

(۳)

اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم محمد ﷺ کو جن امتیازات اور خصوصیات سے مالا مال فرمایا وہ بے شمار ہیں، اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

①..... نسب کی پاکیزگی و بلندی: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو چنا، بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا، قریش میں سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم میں سے مجھے (بطور رسول) چنا۔“

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ]

②..... رسومِ جاہلیت و غیرہ سے خصوصی حفاظت: انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آپ ﷺ کو لٹالیا، آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا اور دل باہر نکال لیا، دل میں سے ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا (جس کے ذریعے وہ انسانوں کو ورغلاتا ہے۔ لہذا اسے نکال دیا گیا ہے۔) پھر انھوں نے آپ کا دل زمزم کے پانی سے سونے کے ایک تھال میں دھویا اور اُسے واپس اُس کی جگہ رکھ کر سینہ دوبارہ سلامتی کر دیا۔

[صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ إلی السموات]

فضیلت مجالس ذکرِ نبی ﷺ ②

مجھے کیا کہنا تھا، اور کیا کہنے لگا۔ بہر حال مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جس کی صورت تو قائم ہے، مگر حقیقت مفقود۔ محض ایک رسمی تقریب ہے جو مثل اور رسمی صحبتوں کے ضروری سمجھ لی گئی ہے۔ اور امراء و رؤساء نے تو اپنی نمائش اور ریاء دولت کا اس کو بھی ایک ذریعہ بنا لیا ہے۔

آنحضرت کے صحیح حالاتِ زندگی اور ان انقلاباتِ عظیمہ کے بیان کی جگہ، (جو آپ کی ولادت کے واقعہ نے مشرق و مغرب میں پیدا کر دیے) کتنے افسوس کی بات ہے کہ محض چند روایات ضعیفہ و قصص موضوعہ کے بیان کرنے پر اتنے بڑے ملی و دینی جذبے کو قربان کر دیا جاتا ہے؟ اور پھر اگر محض طبقہ عوام کا یہ حال ہو تو قابلِ شکایت نہیں، لیکن تعجب اور صد ہزار تعجب ہے اس بوالعجبی پر کہ صد ہا علمائے ملت ہیں جو باوجود ادعاے رسوخ حدیث و سیر، وسعتِ نظر و علم، ان روایات کو خاموشی کے ساتھ سنتے ہیں، خود پڑھتے ہیں، اور لوگوں سے پڑھواتے ہیں، مگر ایک لمحہ کے لیے بھی ان کے دل میں تحقیق و تفتیش کی جنبش پیدا نہیں ہوتی: ان هذا من اعاجیب الزمن!

کاش جس قدر بحثِ نفسِ انعقاد اور مجلس کے سنت و بدعت ہونے کی نسبت کی گئی ہے، وہ اس مجلس کی اصلاح حال کے لیے کی جاتی۔ وہ تمام چیزیں جو قوم میں شوق و شغف کے ساتھ موجود ہوں، درحقیقت ایک قوت ہیں، پس سب سے اوّل کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسٹیم (بھاپ) کو ضائع کرنے کی جگہ اس سے مفید کام لیا جائے۔ البتہ اگر اصل کار ہی جادہ شریعت سے منحرف ہو اور صورتِ اصلاح مفقود، تو پھر اُس کے استیصال کی کوشش امر بالمعروف میں داخل اور ناگزیر ہے۔ غفلت و مدہانتِ علماء و تشددِ بے محل

ایک بہت بڑا نکتہ عمل یہ ہے کہ ہر قوت کا استعمال اس کے صحیح محل میں ہو۔ آپ اسٹیم (بھاپ) کو جس سے سمندروں میں جہاز، خشکیوں پر ریل، اور کارخانوں میں مشینیں چلتی ہیں، ٹاٹ کی بوریوں میں بھر کر غبارہ بنانے کی کوشش نہ کیجیے۔ ورنہ آپ کی قوت اور سعی، دونوں رائیگاں جائیں گی۔

فہرست

1		جواہر پارے ❁
2	کلمہ طیبہ	کلمہ طیبہ ❁
5	مکمل مسلمان (حافظ احمد شاہ کر)	اداریہ ❁
7	صحیح بخاری کے متعلقہ مسائل (مفتی عبید اللہ خان عقیف)	احکام و مسائل ❁
14	آداب فتاویٰ (۹) آخری (ماخوذ از: مولانا عبد السلام)	اخذ و اقتباس ❁
20	کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ (۶) (مولانا ارشاد الحق اثری)	تحقیق و تنقید ❁
24	امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق (۳) (حافظ محمد اسحاق زاہد)	مضامین و مقالات ❁
27	اسلامی مہینے اور ان کا تعارف (۹) آخری (مولانا محمد ارشد کمال)	مضامین و مقالات ❁
35	قرآن کیا ہے؟	شعر و ادب ❁

أَمِنْ (أَمْ + مِنْ)	هُوَ	قَانِتٌ	أَنَاءٌ	الَّيْلُ	سَاجِدًا	وَّ	قَانِمًا	يَحْدَرُ
کیا + جو شخص	وہ	اطاعت کرنے والا	گھڑیاں	رات	سجدہ کرنے والا	اور	قیام کرنے والا	وہ ڈرتا ہے
الْآخِرَةِ	وَ	يَرْجُوا	رَحْمَةً	رَبِّهِ (رَبِّ + هِ) ط	قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِي	الَّذِينَ
آخرت	اور	امید رکھتا ہے	رحمت	رب + اُس کا	کہہ دو	کیا	برابر ہیں	جو لوگ
يَعْلَمُونَ	وَ	الَّذِينَ	لَا يَعْلَمُونَ ط	إِنَّمَا	يَتَذَكَّرُ	أُولُوا	الْأَلْبَابِ ⑨	
وہ جانتے ہیں	اور	جو لوگ	نہیں وہ جانتے	سوائے اس کے نہیں	نصیحت پکڑتے ہیں	والے/اصحاب	عقلیں	

”کیا بھلا جو شخص عبادت کرنے والا ہو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے وہ آخرت کا ڈر رکھتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید (بھی) رکھتا ہو (کیا اس جیسا وہ شخص ہو سکتا ہے جو یہ عمل نہ کرتا ہو؟) پوچھو کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو بس وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔“

قیامت کے قریب کمینہ اور احمق آدمی معزز شمار ہوگا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ أَشْعَدُ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكْعُ بَن لُكْعَ)) [ترمذی: ۲۲۰۹]

”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دنیا میں سب سے بڑا خوش نصیب اسے سمجھا جانے لگے گا جو خاندانی کمینہ اور احمق ہوگا۔“

شدت غم میں پڑھنے کی دعا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غم میں مبتلا شخص یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ رَحِمَتَكَ اَرْجُو فَلَا تَكْلِبْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةً عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ))

”اے اللہ! میں تیری رحمت کی ہی امید رکھتا ہوں پس تو مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما، اور میرے لیے میرے سب معاملے درست فرما دے۔ نہیں ہے کوئی معبود برحق تیرے سوا۔“ [ابوداؤد: ۵۰۹۰]

مکمل مسلمان

حافظ احمد شاہ

اداریہ

ہر مسلمان کو نعمت اسلام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ یہ وہ دین ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے قابل عمل اور تمام مخلوق کے لیے عدل و انصاف کا مظہر ہے۔ اسلام کے مکمل دین ہونے اور قیامت تک کے لیے انسانوں کے ہر شعبہ حیات میں راہ نما ہونے پر ایمان لانے ہی سے کسی مسلمان کا مکمل مسلمان ہونا ممکن ہے۔

وطن کے جملہ مذہبی و سیاسی لیڈر اور کرسی پر براجمان حکم ران مذکورہ بالا وضاحت کے معانی و مفہوم کو نظریہ پاکستان سے تعبیر کرتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کا نعرہ بھی لگاتے اور تبلیغ کرتے بھی نظر آتے ہیں بلکہ نظر آتے تھے۔ جب سے اہل پاکستان خصوصاً گزشتہ آٹھ نو سالہ دور کے پاکستانی حکمرانوں کو زمینی حقائق کا ادراک ہونے لگا اور وہ روشن خیال پاکستان چاہنے لگے۔ نیز انھیں خوشحال پاکستان کا فکر دامن گیر ہوا ہے۔ اس وقت سے مجموعی طور پر یہ نعرہ ناجذبہ گھٹتے گھٹتے گم ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے سے مراد صرف عبادات، معاملات ہی نہیں اور نہ صرف انصاف اور حقوق العباد ہیں بلکہ انسانی زندگی کے جو ممکنات ہیں وہ سب ہی اس میں شامل ہیں۔ جب کہ سیاسی جماعتیں اور لیڈر تقریباً گزشتہ صدی کی نویں دہائی سے اسلام یا نظریہ پاکستان کی بجائے صرف جمہوریت کے لیے واویلا کر رہے ہیں۔ جب ۹۰ء کے آگے پیچھے بی جمہوریت ان کے ہاتھ آئی تو اس کی ملکیت یا اس سے استمتاع پر اتفاق نہ ہو سکا اور وہ بائیں اور دائیں کی کھینچا تانی میں ۹۹ء میں ہی اغوا ہو گئی۔ نو سال بعد مغویہ کو برآمد کرنے میں سیاست دان کامیاب تو ہو گئے لیکن اس کے ساتھ آج کل پھر کھینچا تانی شروع ہو چکی ہے۔ اس شور و غوغا میں ہر سیاسی و مذہبی جماعت پھر صرف جمہوریت ہی کے لیے واویلا کر رہی ہے۔ اسلام، نظریہ پاکستان یا نظام مصطفیٰ نہ کسی کو یاد ہے اور نہ کوئی ان کا تذکرہ ہی کرتا ہے حتیٰ کہ مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور دیگر نیم مذہبی و سیاسی جماعتیں بھی۔ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ (ن) سے حسن ظن رکھنے والوں کے لیے اسلام و نظریہ پاکستان سے یہ اغماض و بے توجہی نہایت تکلیف دہ ہے۔

پی، پی، پی کا تو خیر نعرہ ہی ہمیشہ دوسرا رہا نہ اس کے ذکر کی ضرورت ہے اور نہ اس سے کوئی گلہ شکوہ ہی ہونا چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ وطن عزیز کو آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ کر کے اس کو سلامت رکھے۔ لیکن بد ظاہر سیاست میں..... پی، پی، پی..... کا ہے جہاں لو اور دما دم مست قلندر یعنی جیالوں اور متوالوں کا میدان لگنے کے آثار ہو پیدا ہو رہے ہیں جنہیں کسی بھی لحاظ سے مثبت نہیں کہا جاسکتا۔

اب بد ظاہر وجہ نزاع صرف عدلیہ کی بحالی ہے۔ زرداری صاحب سے غیر فطری مفاہمت کرتے وقت میاں نواز شریف نے عدلیہ کی بحالی کے جھانسنے میں آکر این۔ آر۔ او کو قبول کر لیا، جناب زرداری نے تو اسی وقت ہی تمام وعدوں کی حقیقت یا اپنے باطن کی نیت یہ کہہ کر ظاہر کر دی تھی کہ یہ کون سے ”قرآن وحدیث“ ہیں حالانکہ ان کے مذہبی ونگ کو وعدہ شکنی کے سلسلے میں قرآن وحدیث کی تنبیہ و وعید ”لا ایمان لمن لا امانہ له ولا دیں لمن لا عہد له“ بتا دینا چاہیے تھی۔ نااہلی کے فیصلہ کے باہر آنے تک میاں صاحبان کی ”نیچے دروں، نیچے بروں“ پالیسی کو عوام نے مصلحت بینی جان لیا تھا اور فیصلے کے اعلان کے بعد میاں صاحبان کے میدان میں آنے سے میاں صاحبان کا وہ منہج جو ان سے تعلق رکھنے والوں کے دلوں میں کہ

میاں صاحبان فاقہ مستی میں مونہہ سے سچی بات نکال دیا کرتے ہیں، مجروح ہو چکا۔ اب میاں صاحبان کو چاہیے کہ وہ سٹیج پہ کھڑے ہو کر صرف عدلیہ کی بحالی یا این۔ آر۔ او کی تینخ کا نعرہ لگانے کی بجائے سچے دل سے اگر نفاذ نظامِ مصطفیٰ کا مخلصانہ ارادہ کر کے اس کا نعرہ لگا دیں تو ان شاء اللہ عوام ان کا بھرپور ساتھ بھی دیں گے اور حسب نیت اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل ہوگی۔ اسی نعرہ میں عدلیہ کی بحالی بھی شامل ہوگی اور این۔ آر۔ او کی تینخ بھی اور فوری انصاف بھی۔ یہ گزارش ہم میاں صاحبان کے غیر لبرل ہونے یعنی دینی خانوادے سے تعلق رکھنے کی نسبت سے کر رہے ہیں۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا گر جیت گئے تو کیا کہنا ہمارے بھی تو بازی مات نہیں

یہ ایک ایسی راہ ہے جس میں جیت ہی جیت اور دنیا و آخرت کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جرات ”رندانہ“:

اخبارات میں آمدہ خبر کے مطابق صوبہ پنجاب کے مختار کل جناب گورنر نے اپنی شان تاثیر دکھاتے ہوئے ماہ رواں کے آئندہ ہفتے میں ”بسنٹ“ منانے کی اجازت دے دی ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر مدہوش حاکم کے بارے میں زبان زد عام آراء و افکار کی تغلیط ناممکن ہو گئی ہے۔ اس قاتل کھیل کے بارے میں شاید کوئی عدالتی فیصلہ بھی تھے، سابقہ حکومت یعنی میاں شہباز شریف نے لبرل پبلک کے ”پرزور اصرار“ کے باوجود بھی اس قاتل کھیل کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اگر خالص ہندوؤں نے اور گستاخی رسول کا پس منظر رکھنے والے دن ”جو ہندوؤں کا تہوار ہے“ کے منائے جانے کے اگر ارادے ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ اس کے برے بلکہ خونی نتائج کے ذمہ دار بھی اجازت دہندہ ہی ہوں گے۔ کیوں کہ روشن خیال دور حکومت میں قرب شاہی کی خاطر تو بہت سے ضلعی و صوبائی حکمران بسنٹ کے مقدمہ التحیش میں شامل رہا کرتے تھے۔ اب نہ جانے انھیں توبہ کی توفیق نصیب ہو گئی یا سیاسی موسموں کی بدلتی ریتیں ان پر اثر انداز ہو گئی ہیں تاہم ان کی خاموشی یا رجوع کہیں بہتر ہے بہ نسبت ان صاحب بہادر کے جو ڈنکے کی چوٹ پر دین، ثقافت، قانون اور عوام سے ٹکرانے کی جرات ”رندانہ“ کرنے کی سعی بے کراں میں مصروف ہیں۔ ہم تو ان کے لیے ہدایت ہی کی دعا کر سکتے اور کرتے ہیں اور ان سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ وہ اس اجازت نامے کو منسوخ کر دیں تاکہ ان کے دور اقتدار سے کوئی توثبت فیصلہ منسوب ہو جائے۔

بے شرف دور کے..... سابق صدر..... مشرف اب چپھمانے لگے ہیں، وہ اپنے کرم فرماؤں..... امریکا و بھارت..... کو لیکچر دیتے ہیں، گالف کھیلتے اور خوب کھاتے پیتے اور محظوظ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ انھوں نے جرات رندانہ دکھاتے ہوئے ”وسیع تر قومی مفاد کی خاطر“ اپنی ذات شریف کو دوبارہ صدارت کے لیے پیش بھی کر دیا ہے ان کے آقا، ان کے احسان مند اور ان کا پروفیشن ان کو ہر قسم کا تحفظ خوب دے رہے ہیں اس لیے وہ خوب کلیلیں بھر رہے اور چہللیں فرما رہے ہیں۔ ان کے کسی قول و فعل سے ان کے کسی قسم کے افسوس، ندامت اور احساس شرمندگی کی جھلک تک نہ دیکھ کر وہ حدیث مبارک ہمیں یاد آ رہی ہے جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ بعض بندوں پر ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ ان کے دل کے داغ مٹنے کی بجائے بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں یا پھر سورہ نساء کی ایک آیت کا مفہوم جس میں گناہوں کی مہلت کو مقدار مکمل ہونے کی مہلت فرمایا ہے، بھی یاد آ رہی ہے۔ تاہم اس کے ساتھ ہر پاکستانی کو حکمرانوں کی ہدایت کے لیے دست بدعا ہونا چاہیے اور وطن عزیز کو شریروں کے شر، حاسدوں کے حسد اور بدخواہوں کی بدخواہی سے بچنے اور تاقیامت سلامت رہنے کی دعا کرنی چاہیے۔

- ☆ صحیح بخاری کو گندگی یا گند کھنے والا کافر ہے
- ☆ صحیح بخاری اور حدیث کا گستاخ مسجد کی نظامت کا اہل نہیں
- ☆ حدیث کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے
- ☆ صحیح بخاری کا گستاخ بدعتی ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبید اللہ خان صاحب عقیف

رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ کا انکار اور ان کا استخفاف و ازدراء یعنی صحیح بخاری وغیرہ کو گندگی یا گند کہنے والا بلاشبہ امت مسلمہ سے خارج اور کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی اسلام کی حلاوت سے محروم ہے۔ کیوں کہ احادیث رسول کا انکار دراصل انکار رسالت کی فرع ہے اور انکار رسالت عین کفر ہے۔ جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور قرآن مجید پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کو شرع کا اولین ماخذ تسلیم کرنا اور اس کی غیر مشروط اتباع فرض ہے۔ بعینہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان، آپ کی سنت (حدیث) صحیحہ کو اسلام کا دوسرا ماخذ تسلیم کرنا اور اس کی حجیت کا قائل ہونا بھی فرض ہے اور اس کی حجیت کا انکار کفر ہے۔

①..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً﴾ [النساء: ۷۷]

”پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں۔“

②..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوا﴾

”ایمان والے بس وہ لوگ ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب اکٹھے ہوتے ہیں ایک ساتھ کسی جمع ہونے والے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک اس (پیغمبر) سے اجازت نہ لیں۔“ [النور: ۶۲]

③..... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تصریح فرماتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک شخص ذخیرہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا بطریق محدثین کرام صریحاً منکر ہے اور مسجد میں نمازیوں کے سامنے کئی دفعہ ”بخاری شریف“ کو (نعوذ باللہ) گندگی اور گند کہہ دیتا ہے۔

①..... کیا وہ شخص بالعموم مسلمان اور بالخصوص اہل الحدیث رہتا ہے؟

②..... کیا وہ مسجد اہل الحدیث کا منتظم رہ سکتا ہے؟

③..... جو انتظامیہ اسے اسی عقیدت کے ساتھ، مسجد اہل الحدیث کا کیشئر یا منتظم بناتی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

④..... اور کیا اس کے مقابلے میں اہل الحدیث نمازیوں پر مشتمل نئی انتظامیہ برائے فروغ تعلیم حدیث رسول اللہ ﷺ قائم کی جاسکتی ہے؟

⑤..... اور کیا جو خطیب یا امام اس شخص سے تنخواہ وصول کرتے رہیں اور غیرت ایمانی کا بالکل مظاہرہ نہ کریں۔ کیا انھیں مسجد اہل الحدیث میں مزید امام یا خطیب برقرار رکھنے کی کوئی شرعی حیثیت بنتی ہے؟

براہ کرم دلائل قویہ سے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب

باصواب سے نوازیں، شکریہ۔ [سائل: پروفیسر ابورضوان عبدالستار]

غیرت ایمانی کا بالکل مظاہرہ نہ کریں۔ کیا انھیں مسجد اہل الحدیث میں مزید امام یا خطیب برقرار رکھنے کی کوئی شرعی حیثیت بنتی ہے؟

براہ کرم دلائل قویہ سے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب

باصواب سے نوازیں، شکریہ۔ [سائل: پروفیسر ابورضوان عبدالستار]

جواب: الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام

الانسان الاکملان علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ

واذواجه اجمعین والذین اتبعوهم باحسان الی یوم الدین

والعاقبة للمتقین ولا عدوان الا علی الظلمین فبعد۔

بشرط صحت سوال یعنی سوالنامہ ہر قسم کی غرض، پارٹی خصوصیت اور ذاتی رجحان کے علی الرغم اصل حقیقت کے اگر عین موافق ہے تو واضح ہو کہ

وضع اللہ رسولہ من دینہ وفرضہ و کتابہ الذی ابان
جل ثناء ة انه جعلہ علما لدینہ بما افترض من
طاعته و حرم من معصیتہ و ابان من فضیلته بما قرن
من الایمان برسولہ مع الایمان بہ فقال تعالیٰ
﴿فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً وَاَنْتَ الْمُؤْمِنُونَ
الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُولِهِ - الایة﴾ فجعل کمال
ابتداء الایمان الذی ما سواہ تبع له الایمان باللہ ثم
برسولہ فاذا من عبد ربہ ولم یومن برسولہ لم یقع
علیہ اسم کمال ابتداء الایمان ابدأ حتی یومن
برسولہ معہ وھکذا سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی کل من امتحنۃ للایمان -

[رسالہ - امام شافعی، ص: ۷۳]

”اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو اپنے دین اسلام
کے فرائض اور اپنی کتاب قرآن مجید میں اتنا اعلیٰ مقام دیا ہے
کہ آپ ﷺ کو اپنے دین کا امتیازی نشان بنا دیا ہے۔ کیوں
کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کو فرض قرار
دیا ہے، آپ کی نافرمانی کو حرام ٹھہرایا ہے اور آپ کی فضیلت کو
یوں اجاگر فرمایا کہ جہاں اپنی ذات پر ایمان لانے کا حکم دیا
ہے وہاں آپ ﷺ پر ایمان لانے کا بھی حکم صادر فرمایا ہے۔
(حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اپنے اس موقف کے اثبات میں اوپر
کی دونوں آیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔) ایمان
کامل کی ابتداء کے لیے اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ پر
ایمان لانا ضروری ہے۔ باقی احکام ایمان اس کے تابع ہیں۔
لہذا اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ پر تو ایمان لائے اور رسول اللہ ﷺ
پر ایمان نہ لائے تو اس کو اس وقت تک کامل الایمان مومن نہیں
کہہ سکتے جب تک وہ رسول اللہ پر ایمان نہ لائے۔ اور خود
رسول اللہ ﷺ نے کسی آدمی کا ایمان جانچنے کے لیے یہ طریقہ
جاری فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے پر ایمان
لانے کا بھی حکم دیتے تھے۔

۴..... رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب سوائے اس کے
اور کچھ نہیں کہ آپ کی سنت (حدیث) کی غیر مشروط پیروی کرتے
ہوئے اس کو حجت مانا جائے۔ کیوں کہ سنت رسول بھی دراصل وحی الہی
ہے گو غیر متلو ہے تا وہم وحی ہے۔
ارشاد الہی ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [البقرة: ۱۲۹]

”اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے
وہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھائے ان کو کتاب اور
حکمت اور پاک کرے ان کو۔ بے شک تو ہی بہت زبردست
بڑی حکمت والا ہے۔“

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:
فرض اللہ علی الناس اتباع وحیہ و سنن رسولہ
فقال فی کتابہ: ﴿ربنا وابعث فيهم رسولاً منهم.....
العزیز الحکیم﴾ ثم نقل الآيات الاخرى فی هذا
المعنى ثم قال فذكر الله الكتاب وهو القرآن وذكر
الحكمة فسمعت من ارضى من اهل العلم بالقرآن
يقول: الحکمة سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ثم قال: ان اللہ افترض طاعة رسولہ۔

[رسالہ امام شافعی]

”اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی کی اتباع کے ساتھ ساتھ رسول
اللہ ﷺ کی سنتوں کی اتباع بھی فرض ٹھہرائی ہے۔ یعنی حجیت
حدیث کے عقیدہ اور اس پر عمل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ جیسا
کہ ﴿ربنا وابعث فيهم رسولاً منهم﴾ اور اس کی ہم معنی
آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے الکتاب اور الحکمة دونوں
چیزوں کو الگ الگ اور مستقل طور پر بیان فرمایا ہے۔ الکتاب
سے مراد قرآن مجید اور الحکمة کا معنی سنت رسول ہے جیسا کہ
میں نے اپنے پسندیدہ بعض ماہرین علوم القرآن شخصیتوں سے

سنائے وہ الحکمۃ کا معنی سنت ہی کرتے تھے۔“

⑤.....الدکتور مصطفیٰ السباعی رقم طراز ہیں کہ الحکمۃ قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ لہذا الحکمۃ کے معنی دین کے وہ اسرار اور شرعی احکام ہیں جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دی ہے۔ جیسا کہ اوپر امام شافعی نے الحکمۃ کا معنی سنت ہی کیا ہے اور یہی معنی صحیح ہیں۔ کیوں کہ قرآن کے بعد الحکمۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔

اوپر کی آیات مقدسہ اور امام شافعی وغیرہ علمائے اسلام اور محققین کی تفسیر سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فرض ہے بعینہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور رسول اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی فرمودہ احادیث کی پیروی کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک امت پر وقت کے رسول کی اطاعت فرض اور لازم رہی ہے۔ گہری نظر سے ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن مجید میں یہ حکم کس قدر حصر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

”ہم نے جو جو رسول بھیجے ہیں وہ اسی لیے بھیجے کہ ان کی

اطاعت کی جائے اللہ کے حکم کے موافق۔“ [النساء: ۶۷]

①.....مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم صادر فرمانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت فرمایا ہے۔

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰]

”جو کوئی رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔“

②.....محبت الہی کے دعوے داروں سے صاف کہہ دیا گیا ہے کہ تمہارے اس دعویٰ کی صداقت تب ثابت ہوگی جب تم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں عمر بھر جتے رہو گے۔ پس ثابت ہوا اطاعت (پیروی حدیث) رسول کے بغیر محبت الہی اور پیروی قرآن کا دعویٰ سراسر لغو اور باطل ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”(اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا بخش دینے والا مہربان ہے۔“ [آل عمران: ۳۱]

③.....اطاعت (حدیث) رسول کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے بغیر ایمان کا دعویٰ محض کھوکھلا دغا ہے۔ جیسا کہ بار بار اطاعت رسول کا حکم دے کر واضح فرمایا کہ جب تک لوگ اپنے تمام باہمی تنازعات اور زندگی میں پیش آمدہ تمام دینی اور سیاسی معاملات اور فوجی مقدمات میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصل (آخری اتھارٹی) تسلیم نہیں کریں گے ان کا ایمان کا عدم ہے اور یہ بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو دل کی کشادگی اور زبان و قلب کی ہم آہنگی کے ساتھ قبول کر لینا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دو ٹوک فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”پس نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ ہر گز ایمان دار نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑوں میں تجھ ہی کو اپنا منصف نہ مان لیں گے۔ پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلے سے ناراض نہ ہوں گے بلکہ اس کو دل کی گہرائیوں سے بخوشی قبول کر لیں گے۔“ یہ آیت کریمہ جس حقیقت کبریٰ کو بیان کر رہی ہے اس پر غور و تدبر کر لینے کے بعد کسی ایمان دار شخص کے دل میں اطاعت رسول ﷺ کی فرضیت کے بارے میں کسی قسم کا ادنیٰ شک و شبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ گویا

ق قسم اٹھا کے رب آکھے اوہلا رکھیا نہ مول میاں ہر قسم دے اپنے جھپڑیاں وچ حاکم کرو تسلیم رسول میاں جیہذا فیصلہ کرن رسول مرہی ہووے اوہر طرح قبول میاں مومن بنسوتا ہیں عبیداللہ نہیں تاں دعوے نے سب فضول میاں غرضیکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد کسی مومن کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس سے انحراف کر سکے یا اپنے آپ کو

اس سے متشقی تصور کرے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾

”کسی مومن مرد اور عورت کو یہ لائق نہیں جب دین کے کسی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ان کے متعلق) فیصلہ کر دیں تو ان مسلمانوں کو بھی اپنے کام کا اختیار باقی ہو (ان کو لائق نہیں کہ چوں چا کریں) اور جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ صریح گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔“ [الاحزاب: ۳۶]

بات یہاں تک محدود نہیں۔ اطاعت حدیث رسول اتنا حساس مسئلہ ہے اور اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اطاعت رسول (حجیت حدیث) سے محروم اور منکر شخص اتنا بد نصیب ہے کہ اسے قرآن مجید میں غیر مبہم الفاظ میں کافر کہا گیا ہے۔ فرمان الہی یہ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَمَنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران: ۳۲]

”تو کہہ دے کہ اللہ اور رسول کی پیروی کرو (مطلب کو پہنچ جاؤ گے) پھر اگر وہ منہ پھیریں (تو یہ لوگ کافر ہیں) پس کافر اللہ کو ہرگز نہیں بھاتے۔“

اس فیصلہ کن آیت (نص) سے ثابت ہوا کہ منکر سنت (حدیث) کافر ہے۔ پس ثابت ہوا حدیث رسول کا استخفاف کفر ہے۔

صغریٰ: بخاری احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے اور احادیث صحیحہ کو گند کہنا کفر ہے۔ لہذا بخاری کو گند کہنا کفر ہے۔ اس حساس مسئلہ کی اہمیت اور نازک مسئلہ کے متعلق احکام شریعت کے غواص اور پاسبان حدیث رسول کے چند فتاویٰ پیش خدمت ہیں۔

①..... امام علی بن حزم کا فتویٰ: آپ آیت ﴿فلا وربك لا يؤمنون﴾ کی تفسیر تصریح فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾

[الشورى: ۱۰] ﴿فوجدنا الله تعالى في ردنا الى كلام

النبي ﷺ على ما قدمنا انفا فلم يسع مسلماً يقر

بالتوحيد ان يرجع عند التنازع الى غير القرآن والخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يأبى عما وجد فيهما فان فعل ذلك بعد قيام الحجة فهو فاسق وأما من فعله مستحلاً للخروج عن امرهما موجباً لطاعة احد دونهما فهو كافر لا شك عندنا في ذلك۔ [احكام الاحكام، ص: ۹۹]

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرو تو اس کا حکم اللہ کی طرف ہے۔ جیسا کہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طرف مراجعت کا حکم دیتا ہے۔ پس توحید کا اقرار کرنے والے کو کسی اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے احکام سے انحراف کر کے کسی اور کی طرف رجوع کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اور اسی طرح اللہ اور رسول کے احکام کی تہہ میں پائے جانے والے مسئلہ کے انکار کا حق بھی نہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص حجت قائم ہونے کے بعد اپنے آپ کو مختار سمجھے تو وہ شخص فاسق ہے۔ اگر اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کو حلال سمجھے اور کسی تیسرے کی اتباع کو واجب سمجھے تو ایسا شخص ہمارے نزدیک بلاشبہ کافر ہے۔“

②..... امام اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ): آپ جلیل القدر

محدث اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کے استاذ ہیں۔ تصریح فرماتے ہیں، امام محمد بن نصر المروزی ناقل ہیں کہ

ان اسحاق بن راہویہ کان يقول: من بلغه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خبر يقر بصحته ثم ردة بغير تقيية فهو كافر۔ [احكام الاحكام لابن حزم، بحواله كتاب السنة وحجبتها للقمان سلفي، ص: ۴۹]

”امام اسحاق بن راہویہ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو صحیح حدیث پہنچی اور اس نے اس کو بلاوجہ رد کر دیا تو ایسا شخص کافر ہے۔“

③..... امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ):

قال ابو حنيفة واصحابه: من برئ من محمد صلى

اللہ علیہ وسلم او کذب بہ فهو مرتد۔ [شفا قاضی
عیاض بحوالہ رد المختار الشامی، ج: ۱، ص: ۴۰۱]
”جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اظہار بیزار کی کرے یا آپ کی
تکذیب کرے تو ایسا شخص مرتد ہے۔“

④..... علامہ خفاجی کا فتویٰ:

فمن لم یرض بہ لم یرض برسالته فهو تارك لما
یجب علیہ کافر۔ قال القاضی: کانه ای واللہ
احتج بذلك علی ان الذی لم یرض بحکم اللہ
تعالی ومن لم یرض بحکم اللہ تعالی فهو کافر۔

[نسیم الریاض لشہاب، خفاجی، ج: ۳، ص: ۳۵۴]

”(مومن وہ ہے جو اپنے رسول کی پیروی کرے اور اس پر خوش
ہو کر عمل پیرا ہو) جو شخص رسول اللہ ﷺ کے حکم پر راضی نہیں وہ
در اصل آپ کی رسالت پر خوش نہیں تو ایسا شخص اسلام کا اظہار
کرنے کے باوجود کافر ہے۔ وجہ کفر یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ
کے حکم (حدیث) پر راضی نہیں تو وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم پر
راضی نہیں اور جو شخص کسے باشد اللہ کے حکم پر راضی نہ ہو وہ
کافر ہے۔“

⑤..... امام محمد بن ابراہیم الوزیر کا فتویٰ:

اعلم ان اصل الکفر هو التکذیب المتعمد لشیء
من کتب اللہ المعلومۃ أو لأحد من رسلہ علیہم
الصلوۃ والسلام او بشیء مما جاؤا بہ، اذا کان
ذلك الامر المکذب بہ معلوماً بالضرورة من الدین
ولا خلاف ان هذا القدر کفر ومن صدر عنه فهو
کافر۔ [کتاب ایشار الحق للامام محمد بن ابراہیم

الوزیر بحوالہ اکفار الملحدین، ص: ۶۵]

”اصل کفر یہ ہے کہ کسی مشہور و معلوم آسمانی کتاب کی جان
بوجھ کر تکذیب کی جائے یا کسی رسول کی تکذیب کی جائے، یا
رسول کے کسی ایسے حکم کو جھٹلایا جائے جو ضروریات دین میں
سے ہو۔ کسی کے کفر کے اثبات کے لیے بالاتفاق اتنا ہی کافی

ہے اور اس چیز کا مرتکب بلاشبہ کافر ہے۔“

①..... امام محمد بن علی شوکانی کا فتویٰ:

الحاصل أن ثبوت حجية السنة المطهرة واستقلالها
بتشريع الأحكام ضرورية دينية ولا يخالف في
ذلك الا من لا حظ له في دين الاسلام۔

[ارشاد الفحول، ص: ۲۹]

”حاصل کلام یہ ہے کہ سنت (حدیث) کا حجت شرعی اور احکام
اسلامی کی تشریح میں اس کا دوسرا ماخذ ہونا ضروریات دین میں
سے ہے اور اس کی اس حیثیت کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس
کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔“

④..... کمال ابن ہمام کا فتویٰ: آپ فرماتے ہیں:

حجية السنة ضرورية دينية۔ [تحریر، ص: ۲۲۵]
”سنت کا حجت شرعی ہونا ضروریات دین میں داخل ہے۔“

⑤..... علامہ کمال الدین ابن ابی شریف کا فتویٰ: فرماتے ہیں:

الهم الا ان رده استخفافا ان كان ای لكونه انما
قاله النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم ينزل فی القرآن
صریحا فيکفر لاستخفافه بجناب النبی صلی اللہ

علیہ وسلم۔ [المسایرة، ص: ۳۶]

”ہاں اگر وہ کسی حدیث کو ہلکا جان کر رد کر دیتا ہے اس لیے کہ
وہ صرف رسول اللہ کا قول ہے قرآن میں صراحتاً نازل نہیں ہوا
تو ایسا شخص کافر ہے۔ کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت
گراتا ہے۔“

④..... ابو حنیفہ ثانی ابن نجیم کا فتویٰ:

او عیب نبیاً بشیء او عدم الرضاء بسنة من سنن

المرسلین۔ [البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۱۳۰]

”اگر کوئی شخص کسی نبی پر کتہ چینی کرتا ہے نبیوں کی سنتوں میں
سے کسی سنت کو پسند نہیں کرتا تو وہ شخص کافر ہے۔“

ان تصریحات اور فتاویٰ جات کی رو سے حدیث کا مذاق اڑانا۔
اس کو گند جاننا آپ کی کسی سنت کو ہلکا جاننا اور اسی طرح احادیث کے

دفاتر بالخصوص اصحاب الکتاب بعد کتاب اللہ الباری صحیح البخاری کو گندگی یا گند کہنا سراسر کفر ہے۔
محقق عصر حاضر شیخ عبداللہ بن علی..... اشباح شلتوت کے رد میں لکھتے ہیں:

يقال له: إما أن تقول: إن السنة من عند الله أو ليست من عند الله وهل هي حق أو باطل ولا ثالث لها وهذا يئسني عليه كون السنة أصل في العقيدة أو ليس بأصل؟ فإن قلت: إن السنة ليست من عند الله جازلك أن تقول أنها ليست أصلاً في العقيدة وحينئذ يكون قولك هذا مخالف لكتاب الله معطل لأيتيه عاص لرسول الله وتكون قد سلكت غير سبيل المؤمنين ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نولّه ما تولّى - [الآية، النساء: ١١٥] أو قال تعالى في شأن الرسول وفي شأن امره - ﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب اليم - [النور: ٦٢]﴾ [اعلام الانام بمخالفة شيخ الازهر شلتوت للاسلام، ص: ٢٨]

”سنت کے بارے میں شیخ شلتوت سے پوچھا جائے گا کہ آپ سنت کو وحی مانتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کو حق جانتے ہو یا باطل؟ کیوں کہ یہاں کوئی تیسری چیز نہیں ہو سکتی۔ اگر وحی اور حق مانتے ہو تو اس صورت میں قرآن کی طرح سنت بھی عقیدہ اسلام کی اصل اور اس کا ماخذ ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ سنت من جانب اللہ وحی نہیں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ سنت عقیدہ اسلام کی اصل نہیں مگر اس صورت میں آپ کا قول قرآن کا مخالف اور اس کی آیات کو معطل کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر مبنی ہوگا۔ اور غیر سبیل المؤمنین پر گامزن ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومنوں کی راہ پر نہیں چلے گا تو ہم اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے۔ آخر میں اس کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور ان کے

حکم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ پس چاہیے کہ ڈر جائیں وہ لوگ جو پیغمبر کا حکم نہیں مانتے کہ دنیا میں ان پر کوئی آفت آپڑے یا قیامت کے دن تکلیف دہ عذاب پہنچے۔“
اشباح موصوف حدیث کے خلاف شیخ شلتوت کے ۵۲ وسوسوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إن كل ما علم من الدين عند جميع علماء المسلمين وعامتهم وهو أن كل ما قاله الرسول صلى الله عليه وسلم أو فعله أو أقره فهو دين وشرع له إما واجب أو مندوب أو سنة وإما مباح ولم يشذ عن هذا القول أحد ممن يدعى الاسلام سوى أفرار الفلاسفة وتلاميذ الإلحاد ويستدل المسلمون على قولهم هذا بالقرآن العظيم الذي أمر بطاعة الرسول في كل ما جاء به وذلك مذكور في كثير من آيت الكتاب مثل ﴿ما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ [الحشر: ٧] و ﴿اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالكم﴾ [محمد: ٣٣] و ﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾ [الاحزاب: ٢١]

”رسول اللہ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری سنت (حدیث) تمام علمائے اسلام اور جملہ مسلمانوں کے عقیدہ میں دین اور شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔ پھر یہ واجب ہوگی یا مندوب، مسنون ہوگی یا مستحب، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ فلاسفہ کے چوزوں اور ملحدین کے شاگردوں کے سوا سنت (حدیث) کی ان چاروں شرعی حیثیتوں کا اہل اسلام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحکم وحی غیر متلو قرآن کی تشریح و تفسیر میں جو احکام شرعی (احادیث) بیان فرمائے ہیں ازوئے قرآن ان کی اطاعت فرض ہے اور یہ حکم قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ٧]

”جو کچھ رسول تم کو دے لے لو اور جس سے تم کو منع کرے اس سے رُک جاؤ۔“

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ٣٣]

”مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور (ان کا خلاف کر کے) اپنے (نیک) عمل ملیا میٹ نہ کرو۔“

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

[الاحزاب: ٢١]

”(اے مسلمانو!) اللہ کے رسول کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ تھا (تمہیں اُس کی پیروی کرنی چاہیے) جو ان لوگوں کے لیے خوب اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو بہ کثرت یاد کرتے ہیں۔“

[اعلام الانام بمخالفة شيخ الازهر شلتوت للاسلام: ٢٨ تا ٣٠]

فضیلۃ الشیخ سید سابق کفر وارتداد کے اسباب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سب الدين والطعن في الكتاب والسنة وترك الحكم بهما وتفضيل القوانين الوضعية عليهما وإدعاء فرد من الافراد ان الوحي ينزل والقاء المصحف في القاذورات وكذا كتب الحديث استهانة واستخفافاً بما جاء فيهما -

[فقه السنة، ج: ٢، ص: ٣٨٤ و ٣٨٥]

”ارتداد کے اسباب سے من جملہ یہ بھی ہیں: دین اسلام کو گالی دینا، قرآن و سنت پر طعن کرنا، اسلامی قوانین کو نافذ نہ کرنا یعنی ان پر فیصلے نہ کرنا، اسلامی قوانین پر انسانی قوانین کو ترجیح دینا، نزول وحی کا دعویٰ کرنا، قرآن مجید اور کتب حدیث (صحیح بخاری

وغیرہ) کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دینا، کتاب و سنت کی آیات و احادیث کا مذاق اڑانا اور ان کو بے وقعت سمجھنا۔ ان باتوں سے آدمی مرتد اور کافر قرار پا جاتا ہے۔“

مذکورہ تفصیلی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کا استخفاف اور ان کی توہین اور ان کا انکار کفر ہے۔ لہذا چوں کہ الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ للبخاری اصح الكتب بعد كتاب الله الباری اسم با مستطی احادیث صحیحہ کا مجموعہ اور خزینہ ہے اور احادیث کا انکار یا استخفاف و توہین کفر ہے۔ لہذا صحیح بخاری کو گندیا گندگی کہنے والا شخص اسلام سے خارج ہے۔ اس کو اہل حدیث باور کر کے اس کو مسلک اہل حدیث کی انتظامیہ میں شامل رکھنا مسلک اہل حدیث کا خون بہانے کے مترادف ہے۔ لہذا ایسے بد عقیدہ آدمی کو انتظامیہ سے خارج کر دینا چاہیے۔ مسلکی غیرت کا یہی تقاضا ہے۔

اسی طرح اگر خطیب یا امام اس کا ہمنوا ہے اور وہ اس کی ہمنوائی پر مصر ہو تو اس کو بھی چلتا کریں۔ اس انتظامیہ کو اولین فرصت میں ختم کر کے مسجد کی ایسی نئی انتظامیہ تشکیل دیں جو مخلص ترین اہل حدیث افراد پر مشتمل ہوتا کہ مسلک کی حقانیت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اگر فی الفور حالات سازگار نہ ہوں تو پھر مناسب وقت کا انتظار کریں۔ جو نئی حالات و ظروف مناسب نظر آئیں تو فوراً نئی انتظامیہ بنالی جائے۔

یہ سوال بشرط صحت سوال و رطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ ورنہ میرا نہ تو سائل سے تعلق ہے اور نہ مسئول کے ساتھ ہی کوئی پر خاش ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف الجامح الصحيح للامام بخاری اور احادیث رسول ﷺ کے دفاع میں لکھا ہے۔ اگر سائل نے اپنے ذاتی مفاد میں یہ جھوٹا سوال پیش کیا ہے تو وہ عند اللہ جواب دہ ہے۔ اس لیے میں نے یہ جواب بشرط صحت سوال لکھا ہے۔ سائل جانے اور اس کی نیت جانے۔

هذا ما عندى والله تعالى اعلم بحقيقة السؤال
والیه المآل والمآب فی یوم الحساب -

❀.....❀.....❀.....❀

آداب فتاویٰ

احتیاط اور تقاضے

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ)

ماخوذ از فتاویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستی

”آداب فتاویٰ“ مضمون کی یہ آخری قسط شائع کی جا رہی ہے۔ جو تشنگانِ علم طالب مزید ہیں وہ اعلام الموقعین (ج: ۴) کی طرف رجوع فرمائیں۔ [ادارہ]

فائدہ: ۳۲

بلاوجہ اور بے تحقیق آسان قول پر عمل کرنا: کسی مسئلہ میں کئی اقوال اور کئی وجوہ ہوں وہاں مفتی کو یہ جائز نہیں کہ بغیر ترجیح کے بغیر تحقیق کے صرف اپنے فائدہ کو سامنے رکھ کر جو قول جو وجہ اپنے لیے آسان سمجھے اسے پسند کرے اور اپنی غرض پوری کرے اور اپنا فائدہ حاصل کرے گو عقیدہ میں بھی نہ ہو، یہ تو صرف چالاکی اور عیاری ہے جو باتفاق امت حرام ہے۔ ابوالولید باجی لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مفتی صاحب کے زبانی سنا کہ میرے دوست کو جو ضرورت ہو اور جو فتویٰ اس کے موافق ہو تو میں وہی فتویٰ دوں گا ایسا واقعہ بھی ہوا ہے کہ اس کے بارے میں ایک فتویٰ دریافت کیا گیا۔ مفتیوں نے لکھا جو اسے ضرور دیتا تھا وہ موجود نہ تھا جب آیا وہ مفتی صاحبان کے پاس لے گیا انہوں نے مجھے اوندھا گردایا انہوں نے کہا ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ معاملہ آپ کا ہے اب اور سوال ملا چنانچہ وہ لے گیا انہوں نے اس قول پر فتویٰ دے دیا جو اس کے لیے نفع دینے والا تھا یہ صورت باتفاق علماء کرام محض ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلافی مسائل میں بعض حق ہوتے اور بعض غلطی پر! پس تم اجتہاد کر کے انہیں مانا کرو۔ الغرض ایسے خواہش نفسانی کو پورا کرنے والے فتوے محض نامعتبر ہیں جو اغراض حاصل کرنے اور مطلب نکالنے کے لیے ہی ہوتے ہیں کہ دیکھ بھال کرو وہ قول

نکال لیا جو اپنی طبیعت کے مطابق ہوا اور اس پر عمل کر لیا اور اس مسکین کو آفت میں پھانس دیا اس سے بڑھ کر نافرمانی رب اور بدترین کبیرہ گناہ اور کوئی نہیں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین

فائدہ: ۳۳

مفتیوں کی چار اقسام: منصب فتویٰ پر جتنے بھی لوگ ہیں ان کی چار قسمیں ہیں:

①..... ایک تو کتاب و سنت اقوال صحابہ کا عالم یہی مجتہد ہے واقعات میں اس کا موافقت شرع کا ہوتا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں یہ کسی اور کی بھی مان لے ائمہ کرام میں سے کون ہے جس نے کسی نہ کسی مسئلہ میں اپنے سے بڑے کی نہ مانی ہو۔ خود امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حج کے فلاں موقع پر حضرت عطاء کی بات مان کر فتویٰ دیا پس اس قسم میں ان بزرگوں کو فتویٰ دینا اور ان سے فتویٰ لینا جائز ہے اس میں فرض اجتہاد ادا ہوتا ہے یہی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں فرمان رسول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال کے سرے پر ایسے لوگ بھیجے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو بالکل نیا کر دیں یہی وہ پودے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے دین میں اگا تا رہے گا۔ انہیں کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ زمین ایسے لوگوں سے خالی نہ رہے گی جو خدا کی دلیل پر قائم ہوں۔

①..... دوسرے یہ کہ مجتہد ہو اس کے مذہب میں جس کا وہ قصد رکھتا ہے وہ اس کے فتوؤں میں معرفت والا ہو، اس کے اقوال کا عالم، ہو اس کے ماخذ اور اس کے اصول کا عارف ہو، ان پر اور مسائل نکال سکتا ہو، جس میں اس کا لفظی فتویٰ نہ ہو اس میں قیاس سے کام چلا سکتا ہو لیکن ان میں سے کسی میں محض تقلید کا خوگر نہ ہونہ حکم میں مقلد ہونہ دلیل میں مقلد ہوالبتہ طریقہ اجتہاد دونوں کا ایک ہو، مقصد و طریقہ دونوں کا ایک ہو۔ حنبلیوں میں سے اس مرتبے کے دعوے دار قاضی ابویعلیٰ ہیں۔ اور قاضی ابن علی بن ابی موسیٰ، شافعیوں میں سے بھی بہت بڑا گروہ اس منصب پر پہنچا ہوا ہے۔ حنفیہ نے ابو یوسف محمد ظفر کے بارے میں اختلاف کیا ہے شافعیہ سے مزنی ابن شریح ابن المند رحمہ بن نصر مروزی کے بارے میں بھی یہی اختلاف کیا ہے اور مالکیہ نے اشب اور ابن عبدالحکیم اور ابن قاسم اور ابن وہب کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ حنبلیوں نے ابن حامد اور قاضی کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ لوگ مستقل مجتہد تھے یا اپنے ائمہ کے مذہب کے مطابق مجتہد مقید تھے لیکن جو صاحب نظر غوران لوگوں کے فتاوے ان کے اختیارات اور ان کے احوال دیکھے گا وہ اس نتیجے پر ضرور پہنچ جائے گا کہ یہ لوگ اپنے اماموں کے جملہ مسائل میں مقلد ہرگز نہیں تھے انہوں نے جو کچھ اپنے ائمہ کا اختلاف کیا ہے وہ بہت کچھ ہے۔ اور باطل ظاہر ہے۔

②..... تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ان کے مذہب میں مجتہد ہوں جن کی طرف ان کی نسبت ہے دلیلوں کو مقرر کرنے والے فتوؤں کو ثابت کرنے والے ان کے عالم لیکن اپنے امام کے قول سے اور اس کے فتوؤں سے تجاوز نہ کرتے ہوں نہ ان کے خلاف کرتے ہوں، اپنے امام کا قول پا کر پھر اس سے ادھر ادھر نہ ہٹتے ہوں، یہی حالت کتب فقہ کے اکثر مصنفین کی ہے اور یہی حالت ان کے اکثر علماء کی ہے ان میں اکثر اس خیال کے بھی ہیں کہ اس کے بعد انہیں کتاب و سنت اور عربیت معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اسے تو اپنے امام کے اقوال سے مطلب ہے اس کے قول اس کے نزدیک شارع کے الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں اب اسے مشقت و تکلیف اٹھانے اور دلائل ٹٹولنے اور استنباط کرنے اور مسائل سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی اس کے امام نے سب کچھ

کر کے اسے بے نیاز کر دیا ہے۔ کبھی اس کی نگاہ سے اس کے امام کی بتلائی ہوئی دلیل بھی گزر جاتی ہے اس پر یہ مگن ہو جاتا ہے لیکن یہ کوشش نہیں کرتا کہ یہ دیکھے کہ اس کے خلاف دلیل کیا ہے؟ کسی ہے؟ وغیرہ۔ یہی حال اکثر لوگوں کا ہے جو اصحاب وجوہ و طریق ہیں اور جو چھوٹی بڑی فقہ کی کتابوں کے مصنف ہیں یہ اجتہاد کے دعوے دار نہیں نہ تقلید کے اقراری ہیں، ہاں ان میں اکثر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے مذہب میں اجتہاد کیا اور اپنے امام کے مذہب کو حق سے زیادہ قریب پایا ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہی ہے کہ ہر ایک اپنے امام کو بہ نسبت اور اماموں کے تابعداری کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے پھر کوئی تو آگے بڑھ کر اس کی تابعداری کو واجب کہتا ہے کوئی اس امام کے سوا دوسرے کی ماننی کو ممنوع قرار دیتا ہے واللہ تعجب ہے کہ یہ لوگ اقوال ائمہ کے جانچنے پر کھنٹے تو لے سنبھالنے میں تو اس قدر بڑھ گئے لیکن قرآن و حدیث میں ان کا پایہ کچھ نہیں انہوں نے اپنے امام کو اور ان کے کلام کو تو سب سے اونچا اور اچھا کر دکھایا لیکن خدا اور رسول ﷺ کے کلام کی کوئی وقعت نہ کی حالانکہ کلام اللہ اور حدیث رسول ﷺ جامع کلمات سے آسانیوں سے، اختلاف کی دوری سے، نورانیت سے، صفائی سے پر تھے ان کا اجتہاد اماموں تک پہنچ کر تھک گیا اور خدا اور رسول کے کلام تک ان کی رسائی نہ ہوئی، پس افسوس ہے اللہ تعالیٰ سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

③..... چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اماموں کی فقہ حاصل کی ان کے فتوے اور فروع محفوظ کئے اور کھلے لفظوں میں ہر طرح ان کی تقلید کا اقرار کیا کبھی ان کی زبان پر قرآن و حدیث کا نام آ گیا تو وہ صرف تبرک اور فضیلت کے طور پر آ جاتا ہے نہ کہ حاجت اور عمل کے طور پر۔ حدیث صحیح سامنے ہوتے ہوئے اور امام کے قول کو اس کے خلاف پاتے ہوئے بھی حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور قول امام کو مضبوط تھام لیتے ہیں۔ چاروں خلیفوں کا کوئی فتویٰ ہو اور ان کے امام کے خلاف ہو تو ناممکن ہے کہ یہ خلفاء کی مان لیں، یہ ہیں اور قول امام صاحب کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام تو اسے خوب جانتے ہیں ہم ان کے مقلد ہیں نہ ان کے حکم سے آگے بڑھیں گے نہ ان کے فرمان کو چھوڑیں گے وہ سب کچھ سوچ سمجھ گئے ہیں اور ہمارے لیے راستہ صاف کر گئے ہیں اب ان کا

سوال کی ان دونوں صورتوں میں مفتی کی حیثیت بدل جاتی ہے پہلی صورت میں بوجہ مفتی پر ہے اور دوسری صورت میں مستفتی پر۔

فائدہ: (۱۵)

زندہ کو مردے کی تقلید: کسی زندے کو مردے کی تقلید کرنا اور اس کے فتویٰ پر عمل کرنا بغیر اس کے کہ دلیل کا اعتبار ہو جس میں صحت عمل کا موجب ہو اس کے جواز میں اصحاب احمد و شافعی رحمہما کے دوقول میں ایک تو منع کا اور دلیل پر ہے کہ ممکن ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو اس کا اجتہاد بدل جاتا بہت ممکن تھا کہ دوبارہ اس سے یہی مسئلہ پوچھا جاتا تو دوبارہ دلائل پر نظر ڈالتا اور اس پر حق کھل جاتا اور اپنے فتوے سے رجوع کرتا یہ نظر ڈالنا اس پر بقول بعض واجب ہے اور بقول بعض مستحب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے مقلدین تو اسی قول پر جمے بیٹھے ہیں ان کے پاس دلیل بھی وہی تقلیدی باتیں ہیں لطف یہ ہے کہ ان میں جو جماعت اس کی قائل نہیں ان کا بھی یہ قول صرف زبانی ہے ورنہ فتوؤں کے احکام میں ان کا بھی عمل اس کے برخلاف ہے، اقوال اپنے قائل کے موت سے نہیں مرتے جیسے اخبار اپنے راوی اور ناقل کی موت سے نہیں مرتے۔

فائدہ: (۱۶)

اجتہاد کے اجزاء اور اقسام ہو سکتے ہیں؟: انسان ایک خاص قسم کے علم میں مجتہد اور دوسرے علم میں غیر مجتہد ہو سکتا ہے یا کسی خاص باب میں بھی اس کی حالت مختلف ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے علم و فرائض ان کی ادائیگی اور ان کا کتاب وسنت سے استنباط کرنا پوری کوشش سے سیکھ لیا ہے اور علوم میں اسے یہ دسترس حاصل نہیں یا مثلاً جہاد کے بارے میں یا حج کے بارے میں اسے مہارت ہو تو ان امور میں وہ فتویٰ دے سکتا ہے لیکن دوسرے امور میں جنہیں اسے اجتہاد کی قوت میسر نہیں ان میں اسے فتویٰ دینا لائق نہیں گوا اجتہادی ملکہ کی خصوصیت کی صورت میں بھی فتویٰ دینے کے قابل ہونے میں تین وجہیں ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ جواز ہے بلکہ یہی درست ہے اور بالکل درست ہے۔ دوسرا قول منع کا ہے تیسرا صرف فرائض میں جواز اور دوسرے امور میں نہیں جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بارے میں حق کو دلیل حق سمیت معلوم کر لیا ہے ٹھیک بات کے پچانے میں پوری کوشش خرچ کر لی ہے پس اس حکم میں یہ مجتہد مطلق کی

خلاف کرنا ٹھوکر کھانا ہے اور مصیبت اٹھانا ہے۔ الغرض ان کا درجہ بہت گرا ہوا ہے اور ان کا پایا بہت نیچے کا ہے یہ تو انہیں میں سے ہیں کہ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس کی شرائط کے ساتھ ہو تو صحیح ہے تو جائز ہے۔ جب تک کہ کوئی شرعی مانع نہ ہو اس کا مرجع حاکم کی رائے کی طرف ہے وغیرہ۔

ان جوابوں کو جاہل تو اچھا جانتے ہیں لیکن اہل علم تو ایسے الفاظ سے حیا کرتے ہیں، یہ چاروں قسم کے لوگ کیسے ہیں یہ بھی سن لیجئے۔

①..... پہلی قسم تو بادشاہ کی طرح ہے۔

②..... دوسری قسم ان کے نابینوں اور خلیفوں کی طرح ہیں۔

③، ④..... تیسری اور چوتھی قسم کے مفتی وہ ہیں جو ڈھول کے

پول ہیں۔ علماء کے لباس میں جاہل ہیں، جو فاضلوں کے منہ چڑانے والے ہیں اور ان سے مشابہت کر کے خلق اللہ کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ اللہ بچائے۔

فائدہ: (۱۷)

مجتہد فی المذہب کا فتویٰ: جب کہ کوئی شخص اپنے امام کے مذہب کا مجتہد ہو لیکن مجتہد مستقل نہ ہو تو وہ بھی اپنے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دوقول ہیں اصحاب شافعی اور امام احمد کی بھی یہی دو وجہیں ہیں:

①..... ایک تو یہ کہ جائز ہے اور یہ کہ اس کا تبع مقلد ہوگا مردے

کا نہ کہ اس کا۔ اس کا مقصد تو صرف امام سے نقل کر دینا ہے۔

②..... دوسرا یہ قول ہے کہ اسے فتویٰ دینا جائز ہی نہیں اس لیے

کہ سائل اس کا مقلد ہے نہ کہ میت کا اور اس نے اس کے لیے اجتہاد کیا یا نہیں۔ سائل کا تو قول ہے کہ میں تیرے فتوے کی تقلید کروں گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی تفصیل ہے اگر سائل نے یہ سوال کیا ہو کہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا قول اور فیصلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں یا میرا ارادہ حق معلوم کرنے کا ہے یا میری خلاصی اس میں کیا ہے وغیرہ تو پھر اسے اجتہاد کے بعد ہی مسئلہ بتلانا چاہیے صرف تقلیدی طور پر بغیر حق و باطل معلوم کئے فتویٰ دینا اس صورت میں جائز نہیں ہاں اگر سائل ہی نے قول امام کا سوال کیا ہو اور اسی کا مذہب معلوم کرنا چاہتا ہو تو بے شک اسے اس کا بیان کرنا جائز ہے یہ اس کا ناقابل بوجہ بار سائل کے ذمے رہے گا۔

طرح ہے منع کی دلیل یہ ہے کہ احکام شرع کا سب کا آپس میں تعلق ضرور ہوتا ہے پس جن سے یہ واقف نہیں ممکن ہے کہ ان کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی کوئی تقصیر واقع ہو جائے خیال فرمائیے نکاح طلاق عدت فرائض میں ایک قسم کا لگاؤ ضرور ہے۔

اسی طرح جہاد اور اس کے متعلقات اور کتاب الحدود اور فیصلے اور احکام بھی آپس میں تعلق رکھتے ہیں اسی طرح اور مسائل بھی جن لوگوں نے فرائض میں اسے تسلیم کر لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تقسیم میراث حصوں کا تقرر مستحقین کی پہچان یہ بالکل علیحدہ اور جدا گانہ چیز ہے، کتاب البیوع کتاب الاجارات۔ رہن وغیرہ سے اسے کوئی تعلق نہیں اور اس لیے کہ میراث کے عام احکام قطعی ہیں اور کتاب اللہ میں کھلے لفظوں میں موجود ہیں اگر سوال ہو کہ جسے صرف ایک دو مسائل کا علم ہو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ اس میں دو قول ہیں ان میں زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اسے ان مسائل کا فتویٰ دینا جائز ہے۔

اصحاب امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی دو وجہیں ہیں یہ تو اللہ رسول کی طرف سے تبلیغ ہے اعانت اسلام، گو آدھے کلمے ہی سے ہو تو بہتر چیز ہے ایسا کرنے والا خدا کے نزدیک مستحق اجر ہے اس شخص کو ان مسائل کے بتلانے سے روکنا محض خطا ہے۔ والتوفیق بید اللہ

فائدہ: (۲۷)

”نااہل مفتی“ اہل نہ ہونے پر جو مفتی بن بیٹھے ہیں وہ گناہ گار نا فرمان ہے جو بادشاہ ایسے شخص کو مفتی مقرر کرے وہ بھی گناہ میں اس سے کم نہیں۔ امام الفرج بن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہوں کو تو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو اس منصب سے دور کر دیں جیسے کہ بنو امیہ کے بادشاہوں نے کیا یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ راستوں پر بیٹھ گئے اور علم تو ہے ہی نہیں اور جو سوار نکلا اسے ہٹا دیا کہ فلاں جگہ تمہیں جانا ہے تو اس راستے چلے جاؤ حالانکہ خود ہی راستہ نہیں جانتا یا اس کی طرح جس کو خود قبلہ نہ معلوم ہو لیکن نمازیوں کو قبلہ بتانے بیٹھ جائے۔ اور ان کی طرح ہے جو طب کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن مطب کھول لے بلکہ ان سب سے بدتر ہے جب کہ بادشاہوں پر بھی حق ہے کہ وہ کسی ان پڑھ کو حکومت اور دوا کرنے کی اجازت نہ دیں تو کیا یہ حق نہیں کہ وہ جاہلوں کو فتویٰ نویسی

سے اور مفتی بن جانے سے روک دیں جنہیں قرآن وحدیث کا مطلق علم نہیں ہوتا۔ ہمارے استاد تو ایسے لوگوں پر بہت سختی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہہ دیا کہ تم مفتیوں پر کوئی داروغہ مقرر کرو گے آپ نے فرمایا اس میں بھی کیا تعجب ہے جب روٹیاں پکانے والوں پر داروغہ ہے تو کیا وجہ کہ یہ مفتی یوں ہی آزاد چھوڑ دیے جائیں۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے اللہ تعالیٰ اس اپنے علم کو علماء کے سینوں سے نہیں چھینے گا بلکہ علم کی موت علماء کے موت سے ہوگی۔ جب علماء باقی نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے ان سے مسائل پوچھے جانے لگیں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جو لوگوں کو بغیر علم کے فتوے دے اس پر زمین آسمان کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ (ابوالفرج وغیرہ)

امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ جواب دینے سے پہلے جنت دوزخ کا تصور باندھ لے سوچے کہ کل قیامت کے دن چھٹکارا کیسے حاصل ہوگا پھر جواب دے آپ سے ایک مرتبہ سوال ہوا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ معمولی مسئلہ ہے آپ بہت بگڑ کر فرمانے لگے سنو! کوئی چیز معمولی نہیں کیا قرآن کی یہ آیت تو نے نہیں سنی

﴿إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾

”ہم تجھ پر بوجھل بات ڈالیں گے پس علم سب کا ثقیل ہے۔“

اور خصوصیت سے وہ حصہ جس کی بابت کل قیامت کے دن ہم سے سوال ہونے والا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک مجھے میرے ستر استادوں نے مجھے یہ سند نہ دے دی کہ میں یہ فتویٰ دینے کے قابل ہو گیا ہوں میں نے کبھی کوئی فتویٰ نہیں دیا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نتئیں خود ہی کسی کام کا اہل نہ سمجھ لے جب تک کہ اس کام کے ماہر اسے کام کا اہل نہ کہہ دیں۔

میں تو امام ربیعہ سے امام یحییٰ بن سعید سے جب تک دریافت نہ کر لیا اور جب تک انہوں نے مجھے فتویٰ دینے کا حکم نہ دیا میں نے فتویٰ دینا شروع نہیں کیا۔ اگر یہ بزرگ مجھے روک دیتے تو واللہ میں رک جاتا تم دیکھتے نہیں ہوسخت مسائل میں صحابہ بھی جب تک دوسروں سے بحث

نہ کر لیتے فیصلہ کن جواب نہیں دیتے تھے حالانکہ جو ہدایت خدا انہیں میسر تھی وہ ظاہر ہے پھر بھلا ہم تو کیا جن کے گناہوں نے اور خطاؤں نے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے آپ کی حالت بھی یہی تھی کہ جب آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ جنت دوزخ کے درمیان کھڑے ہیں۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ان حضرات کو دیکھا ہے کہ جب ان سے کوئی سوال ہوتا تو وہ جواب دیتے ہوئے کپکپانے لگتے سب کو جانے دیجئے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ شہروں کا برا مقام کون سا ہے۔ جواب دیتے ہیں مجھے معلوم نہیں جب تک کہ جبریل علیہ السلام سے نہ پوچھ لوں ان سے دریافت کر کے جواب دیتے ہیں کہ شہروں کی بدترین جگہ بازار ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کو مفتی بننے کے لیے پیش کرنا ایک خطرناک بوجھ اپنے اوپر لینا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسی ہی ضرورت نے مجبور کر دیا ہو۔ حضرت شععی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا تو ان سے کہا گیا کہ آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ آپ تو سارے عراق کے واحد فقیہ ہیں آپ نے فرمایا یہ کہتے ہوئے فرشتے تو شرماتے نہیں پھر میں کیوں شرمائوں۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ خدایا ہمیں کوئی علم نہیں بجز اس کے کہ جو تو نے ہمیں معلوم کرایا ہے۔ بعض اہل علم کا لطیفہ یاد رکھنے کے لائق ہے فرماتے ہیں اس کے کہنے کا فائدہ تمہیں معلوم نہیں کہ میں نہیں جانتا سنو اس کے کہنے سے لوگ تمہیں وہ علم حاصل کرائیں گے جو تمہیں حاصل نہیں لیکن جب تم اس کے خلاف علم میں دعوے کرو گے تو پوچھتے پوچھتے تمہیں اس حد تک پہنچا دی گے کہ تمہاری لاعلمی ظاہر ہو جائے۔ عتبہ بن مسلم کہتے ہیں میں نے چونتیس ماہ تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت اٹھائی میں نے تو یہ دیکھا کہ عموماً جو سوال آپ سے ہوتا آپ فرمادیتے کہ میں نہیں جانتا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تو سوالات کا جواب دینے سے بہت ہی پرہیز کیا کرتے تھے پھر بھی کچھ کہنا پڑتا تو پہلے سے یہ دعا مانگ لیتے الہی خود مجھے بچا اور مجھ سے اوروں کو بھی بچا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال ہوا آپ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہو گئے تو کہا گیا کہ جناب جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپ

نے فرمایا سوچ رہا ہوں کہ فضیلت چپ رہنے میں ہے یا جواب دینے میں۔ ابن ابی یعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو پایا میں نے تو انہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دوسرے پر ڈالتا یہاں تک کہ سب کے پاس سے ہو کر پھر پہلے کی طرف مسئلہ آ جاتا کوئی حدیث بیان کرنی ہو کوئی فتویٰ دینا ہو ہر ایک یہی چاہتا کہ کوئی اور بیان کر دے اور کوئی فتویٰ دیدے ابو الحسن از دی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اس زمانے میں تو لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو پوچھتا بتائے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک مسئلہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو آپ تمام بدری صحابہ کو جمع کر لیتے اور ان سے دریافت فرماتے۔

حضرت امام قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے یہ اچھی طرح یاد نہیں سائل نے کہا جناب میں تو آپ ہی کو جانتا ہوں آپ ہی کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میری بڑھی ہوئی داڑھی اور میری مجلس کا لوگوں سے پر ہونا اپنی نگاہ میں نہ رکھ واللہ میں اس مسئلے کو بخوبی نہیں جانتا ایک صاحب قریشی جوان کے پاس ہی بیٹھے تھے فرمانے لگے دیکھو بھائی انہیں نہ چھوڑنا اس سے بہتر علمی مجلس تمہیں اور نہیں مل سکتی۔ اس پر حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا واللہ میری زبان کا کٹ جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے پورا علم ہو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو لکھا ان دونوں بزرگوں میں بھائی چارہ تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ طبیب بن بیٹھے ہیں تو کہیں انجان علاج نہ کرنے لگنا اور مسلمانوں کی جان کے درپے نہ ہو جانا اب آپ کی یہ حالت تھی کہ دو شخصوں میں جھگڑا تو چکا دیا کرتے لیکن پھر انہیں دوبارہ پیش کرو میں اور غور کر لوں۔

فائدہ: ۱۸

”عامی کے سامنے کوئی واقعہ پیش آئے اور کسی عالم کو نہ پائے۔“
اس وقت لوگوں نے اس کے لیے دو طریقے بیان کئے ہیں ایک تو یہ کہ اس کا حکم اس زمانے کے لوگوں جیسا ہے جو شریعت کے قبل کا زمانہ ہو حصر اباحت اور وقف کے برخلاف اس لیے کہ مرشد کا نہ ہونا اس کے

کر دیا کہ ایک ایماندار کو ان کی شناخت ہی نہ ہو سکے جس کی فطرت سلیم ہوتی ہے اس کا دل حق کو بہ آسانی تلاش کر لیتا ہے ایسی وجہیں اس کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہیں جن سے حق اس پر کھل جائے اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہو اور اس کا دل بھی کسی طرح مطمئن نہ ہو تو پھر اس پر سے اس مسئلے کی تکلیف ساقط ہے۔ اس حکم ایسا ہی ہے جیسا اس کا جسے دین کی دعوت پہنچی ہی نہ ہو ہاں اس کی اور اس کی حیثیت میں فرق واضح ہے۔ لیکن اس خاص حالت میں حکم میں یہ اور وہ برابر ہیں واللہ اعلم۔

حق میں ایسا ہے جیسے کسی امت میں مرشد کا نہ ہونا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ خلاف پر ہی نکل جائے اس مسئلے میں جس میں مجتہد کے نزدیک دلیلیں ایک دوسرے کے خلاف ہوں کہ کیا وہ ہلکے کو جانتا ہے یا بھاری کو یا مختار ہے لیکن ٹھیک بات یہی ہے کہ وہ اپنی طاقت بھر اللہ سے ڈرے اور اپنی طاقت بھر حق کو پہچاننے کی کوشش کرے اب جو بات سمجھ میں آئے کر لے ان شاء اللہ وہی حق بات ہوگی اللہ تعالیٰ نے حق کو بہت نشانیاں قائم کر دی ہیں اپنی پسند کی اور ناپسند کی چیزوں کو اس طرح خلط ملط نہیں

پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور گیارھویں ”شریف“

لاہور سے ماہنامہ ”روح بلند“ کی اشاعت مارچ ۲۰۰۹ء میں اس کے مدیر جناب صاحبزادہ امانت رسول نے پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی کی یاد میں ایک مضمون تحریر کیا ہے۔ اس کا ایک شذرہ قارئین الاعتصام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے:

”میں سمجھتا ہوں پیر صاحب کی یہ کس نفسی تھی ورنہ ایسا نہیں تھا کہ انھوں نے کچھ نہیں کیا، انھوں نے علم و فکر کی وہ خدمت کی جو کم از کم سجادہ نشینوں کا شیوہ نہیں ہے۔ انھوں نے سید زادی سے غیر سید کے نکاح کے مسئلے پر قلم اٹھایا اور غیر جانبدارانہ طریقے سے اس پہ تحقیق کی۔ انھوں نے ”استعانت“ کے مسئلہ پر لکھا۔ سنی علماء نے ان کے خلاف کتابیں لکھیں برا بھلا کہا لیکن انھوں نے اپنی یہ روش نہ بدلی۔ انھوں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جو تحقیق کی اُسے اہل علم کے سامنے پیش کر دیا اور کبھی اس کی پروا نہ کی کہ یہ رائے کس مسلک کے حق میں اور کس مسلک کی مخالفت میں ہے، خواہ وہ خود ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے ان سے ایک بار گزارش کی تھی کہ مسئلہ مزارعت پہ بھی قلم اٹھائیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مزارعت حرام ہے اسی مزارعت کے باعث جاگیر دارانہ نظام ہے اور جاگیر دارانہ نظام نے ہمارے ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے وہ شاید فرصت اور مناسب وقت پہ اس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے لیکن زندگی نے وفانہ کی۔

وہ (پیر نصیر الدین نصیر) اپنی تقاریر و خطبات میں علی الاعلان پیشہ ور علماء، خطباء اور پیرانِ عظام پہ تنقید کرتے تھے۔ وہ عجب آزاد مرد تھے، ایک مزار کے سجادہ نشین تھے لیکن ان کے پاس کوئی تعویذ کے لیے آتا تو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ دیتے، اگر کوئی کسی پاگل کو لے کر آتا تو فرماتے اسے کسی ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ، کسی گیارھویں شریف میں جاتے تو وہاں گیارھویں کے منتظم کو یہ کہہ کر شرمندہ کر دیتے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی گیارھویاں کرتے تھے؟ وہ قرآن پڑھتے، سمجھتے اور اس پہ عمل کرتے تھے۔ بزرگوں نے کبھی نہیں کہا تھا کہ ہمیں مانو وہ کہتے تھے اللہ کو مانو وہ اللہ سے ملوانے آتے تھے، تم نے گیارھویں منانا شروع کر دی لیکن ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کیا۔ عوام اور علماء ان کے علمی و دہدہ اور خاندانی وقار کے باعث خاموش رہتے لیکن پیر صاحب کو اپنی محافل میں اچھے الفاظ سے یاد نہ کرتے۔ پیر نصیر الدین نصیر صاحب نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو امام ابوحنیفہ نے فرمایا ”جس نظام کو باہر رہ کر نہ بدل سکواس نظام میں رہ کر تبدیلی کی تحریک جاری رکھو۔“ پیر صاحب علامہ سیماں مرحوم کا شعر سناتے تھے: وہ کرے یاد تجھے جس نے بھلایا ہو کبھی نہ کبھی ہم نے بھلایا نہ کبھی یاد کیا جب پیر صاحب موجود تھے تو میں انھیں بھلا نہ پایا اب وہ ہم سے بچھڑ چکے ہیں تو ان کی یادیں اور باتیں ہمیشہ دل کے نہاں خانے میں ڈیرہ ڈالے رکھیں گی۔

کتاب الآثار کیا پہلی صحیح کتاب ہے؟ ⑥

مولانا ارشاد الحق اثری

تیسری روایت:

امام محمد باب الشرب فی الاوعیۃ میں ”ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم“ کی سند سے ذکر کرتے ہیں، امام ابراہیم نخعی نے فرمایا:

”ما أسکره کثیر فقلیلہ حرام خطاً من الناس إنما أرادوا السكر حرام من کل شراب۔“

[کتاب الآثار، ص: ۱۸۵، رقم: ۸۴۳]

”یہ کہنا کہ جس کا زیادہ پینا نشہ کا باعث ہے اس کا تھوڑا پینا حرام ہے، یہ لوگوں کی غلطی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ہر پینے کی چیز میں سے نشہ حرام ہے۔“

یہ قول نقل کر کے امام محمد فرماتے ہیں:

”هو قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔“

”یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔“

ہم یہاں امام ابوحنیفہ اور حنفی مسلک کی تفصیل اور اس سے متعلقہ مباحث کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتے کہ یہ سروسٹ ہمارا موضوع بحث نہیں۔ ہم تو اس اثر کے حوالے سے قارئین کرام کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اسے بھی اصحاب الفتاویٰ کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے؟ اگر اصحاب فتویٰ سے مراد کوئی اور حنفی فقہاء ہیں تو چشم ما روشن، دل ما شاد۔ لیکن اگر امت کے دیگر فقہاء مراد ہیں تو ان میں سے کسی نے بھی اس اثر کے تناظر میں فتویٰ نہیں دیا۔ کیوں کہ ان کے سامنے یہ حدیث صحیح ہے کہ ”ما أسکر کثیر فقلیلہ حرام“ جسے ابراہیم نخعی لوگوں کی غلطی بتلاتے ہیں، اور امام ابوحنیفہ ان کی تائید و تقلید کرتے ہیں۔ علامہ زلیحی یہی حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

”روی من حدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن

جدہ ومن حدیث جابر، ومن حدیث سعد بن أبی وقاص، ومن حدیث علی، ومن حدیث عائشہ، ومن حدیث ابن عمر، ومن حدیث خوات بن جبر، ومن حدیث زید بن ثابت۔“

[نصب الراية، ج: ۱، ص: ۳۰۱]

گویا یہ حدیث کتب احادیث میں آٹھ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی الجامع [ج: ۳، ص: ۱۰۴] میں اسی حدیث کے الفاظ سے باب قائم کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت سعد، عائشہ، عبد اللہ بن عمرو اور خوات بن جبر سے بھی روایت ہے۔ بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی اور کتاب الاثر میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔ یہی بات ان سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری [ج: ۱۰، ص: ۴۴] میں ذکر کی ہے اور ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک، جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ہیں، نے فرمایا ہے:

”لا یصح فی حل النبذ الذی یسکر کثیرہ عن الصحابة شیء ولا عن التابعین إلا عن إبراہیم النخعی۔“ [فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۴۳]

”جس نبذ کے زیادہ پینے سے نشہ ہو، اس کی (قلیل مقدار میں) حلت نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی تابعی ہی سے ثابت ہے سوائے ابراہیم نخعی کے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”کل مسکر حرام“ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ سائل نے عرض کیا آپ سچ فرماتے ہیں کہ نشہ آور

حرام ہے مگر طعام کے طور پر ایک دو گھونٹ؟ تو انھوں نے فرمایا: ”ما
أسکر كثيره فقليله حرام“ امام احمد نے اسے روایت کیا ہے اور
حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اس کی مسند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

[فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۴۵]

سائل کے جواب میں حضرت انس کی اس وضاحت سے اس
تاویل کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے جس کا سہارا علامہ طحاوی یا امام ابراہیم نخعی
نے لیا ہے۔

ہم نے پہلے عرض کیا کہ ہمارا مقصد اس مسئلہ کی تنقیح و تحقیق نہیں
بلکہ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ امام ابراہیم نخعی جن الفاظ کو ”خطا من
الناس“ کہتے ہیں اور امام صاحب بھی ان کی تائید فرماتے ہیں۔ وہ
الفاظ تو حدیث کے ہیں اور ہمیں صحابہ نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں۔ سب
صحابہ اور تابعین کا فتویٰ و عمل اسی پر ہے بجز امام ابراہیم نخعی کے۔ کیا اس
کے بارے میں باور کر لیا جائے کہ اسے بھی اصحاب الفتاویٰ کی تلقی
بالقبول حاصل ہے؟

چوتھی روایت:

امام محمد کتاب الآثار ص: ۴۹، باب ادخال المیت القبر میں
ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم کی سند سے ذکر کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی
نے فرمایا کہ میت کو قبلہ کی جانب سے اٹھا کر قبر میں رکھنا چاہیے اور ساتھ
یہ بھی فرمایا کہ

”وحدثني من رأى أهل المدينة يدخلون موتاهم
في الزمن الأول من قبل القبلة، وأن السِّلَ شىء
صنعه أهل الميت بعد ذلك۔“

”مجھے اس شخص نے بتلایا جس نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ وہ اپنی
میتوں کو پہلے زمانے میں قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کرتے
تھے، اور پاؤں (یعنی میت کے پاؤں) کی جانب سے قبر میں
اتارنے کا عمل لوگوں نے بعد میں شروع کیا۔“

امام محمد نے بھی فرمایا ہے کہ میت کو پاؤں کی جانب سے نہیں بلکہ
قبلہ کی جانب سے قبر میں رکھنا چاہیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔
ہمارا یہاں یہ سوال قطعاً نہیں کہ امام ابراہیم کو یہ خبر دینے والا کون

اور کیسا تھا؟ کیوں کہ صحابی تو یقیناً نہیں کہ صحابہ کرام سے ان کی نہ روایت
ہے نہ روایت، صرف حضرت عائشہ ہیں جنھیں انھوں نے دیکھا، روایت
ان سے بھی نہیں سنی۔ اور ابراہیم ثقات سے ہی نہیں مجہول راویوں سے
بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ امام حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث ص: ۱۰۸
میں نقل کیا۔ بلکہ کتاب الآثار، رقم: ۳۲۵، ۹، میں وہ حظلہ بن نباتہ اور ابو
نصر السلمی سے روایت کرتے ہیں جو مجہول و مستور ہیں جیسا کہ الایثار میں
حافظ ابن حجر نے کہا ہے۔

اسی طرح ہمیں یہاں اس مسئلہ کی تنقیح بھی مطلوب نہیں کہ میت کو
قبر میں کس جانب سے اتارنا چاہیے۔ بلکہ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ امام
ابراہیم نے اہل مدینہ کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے وہ کس قدر مبنی
بر حقیقت ہے۔ کتاب الآثار امام محمد کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اور
کتاب الآثار قاضی ابویوسف میں ان کے الفاظ ہیں:

”كان أهل المدينة يدخلون من قبل القبلة في
الزمان الأول فأحدثوا السِّلَ لضعف أروهم۔“

[کتاب الآثار، رقم: ۴۲۱]

”کہ اہل مدینہ پہلے میتوں کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل
کرتے تھے پھر انھوں نے مدینہ کی زمین کمزور ہونے کی بنا پر
پاؤں کی جانب سے داخل کرنا شروع کر دیا۔“

مدینہ طیبہ کی زمین نرم اور ”ضعیف“ تھی یا پتھر کی طرح سخت اس پر
اہل علم خود فیصلہ فرمائیں گے۔ کیا نرم زمین میں ”سِّل“ نکالی جاسکتی ہے؟ ان
فی ذلك لعبرة

لیکن اس کے علاوہ یہ بھی تو دیکھئے کہ قاضی ابویوسف اسی سند سے
امام ابراہیم کا یہ بیان بھی نقل کرتے ہیں:

”إن اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا
يدخلون مما يلي القبلة ومن قبل الرجلين وكل
ذلك كانوا يدخلون۔“

[کتاب الآثار، رقم: ۴۱۸، ص: ۸۴]

”کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میت کو قبلہ کی جانب سے
داخل کرتے تھے اور پاؤں کی جانب سے بھی، ان دونوں طریقوں سے

وہ قبر میں میت کو داخل کرتے تھے۔“

قابل غور بات یہ ہے کہ جب ان کے قول کے مطابق صحابہ کرام کا دونوں پر عمل تھا۔ تو پھر ایک پر اصرار اور دوسرے سے انکار چہ معنی دارد؟ اگر یہ کہا جائے کہ پہلے وہ قبلہ کی جانب سے میت کو قبر میں اتارتے تھے بعد میں زمین نرم ہوگئی تو پاؤں کی جانب سے اتارنے لگے۔ مگر پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کے اس عمل کو ”احداث“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ مینو اتو جروا

علاوہ ازیں ہم تو دیکھتے ہیں کہ حارث کا انتقال ہوا تو انھوں نے پہلے سے وصیت کر رکھی تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ چنانچہ انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی، راوی کا بیان ہے کہ ”ثم أدخله القبر من قبل رجل القبر وقال هذا من السنة۔“

”پھر انھوں نے حارث کو قبر کی پاؤں والی جانب سے قبر میں داخل کیا اور فرمایا یہ سنت ہے۔“

یہ روایت سنن ابی داؤد، رقم: ۳۲۰۳، ابن ابی شیبہ، ج: ۳، ص: ۳۲۸ اور بیہقی، ج: ۴، ص: ۵۴، عبدالرزاق، ج: ۳، ص: ۴۹۸، میں ہے اور امام بیہقی نے فرمایا ہے:

”هذا إسناد صحيح وقد قال: هذا من السنة فصار من المسند۔“

”یہ سند صحیح ہے اور حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا ہے یہ سنت ہے، تو یہ مرفوع ہوگئی۔“

کہنے والوں نے یہ کہہ کر اس سے گلو خلاصی کرائی کہ ”شاید کسی ضرورت کے تحت آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو اور صحابی اسے نہ سمجھ سکے تو اسے سنت سے تعبیر کر دیا۔“

یہ حقیقت مؤلین کی سمجھ میں تو آگئی مگر افسوس صحابی یہ سمجھ نہ سکے۔ حضرت عبداللہ بن یزید ہی نہیں، یہی بات امام عامر شعی نے بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ابن ابی شیبہ نے ابن علیہ سے نقل کیا ہے اور وہ منصور بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے امام شعی سے پوچھا

کہ ایک آدمی نے میت کو قبر کی پاؤں کی جانب سے قبر میں اتارا ہے تو انھوں نے فرمایا ”هذا والله سنة“ اللہ کی قسم یہ سنت ہے۔

[ابن ابی شیبہ، ج: ۳، ص: ۳۲۷]

اس کی سند صحیح ہے البتہ مرسل ہے۔ مگر مرسل اور بالخصوص امام شعی کی مرسل تو کیا ان کا قول بھی مؤلین کے ہاں حجت ہے۔

[اعلاء السنن، ج: ۳، ص: ۱۱]

اور کیا یہاں بھی اسی تاویل کی گنجائش ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن یزید کے بیان میں پیدا کر لی گئی ہے؟ مزید برآں امام عبدالرزاق نے امام ابن جریج سے اور وہ بہت سے تابعین سے آنحضرت ﷺ کے دفن کے بارے میں کہ آپ ﷺ کو سر کی جانب سے قبر میں دفن کیا گیا بلکہ حضرت ابوبکر و عمر کو بھی اسی طرح دفن کیا گیا۔ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ان الأمر قبلهم لم يزل على ذلك“ کہ پہلے ہی طریقہ ہمیشہ رہا کہ میت کو قبلہ کی جانب سے نہیں بلکہ سر یا پاؤں کی جانب سے قبر میں اتارا جاتا تھا۔ بلکہ امام شافعی نے تو فرمایا ہے کہ

”هو من الأمور العامة التي يستغنى فيها عن الحديث، ويكون الحديث فيها كالتكلف بعموم معرفة الناس لها، ورسول الله صلى الله عليه وسلم والمهاجرون والأنصار بين أظهرنا بنقل العامة عن العامة لا يختلفون في ذلك ان الميت يسلم سلاً، الخ۔“ [كتاب الام، ج: ۱، ص: ۲۴۱، المعرفة للبيهقي، ج: ۳، ص: ۱۸۳]

”یہ تو ان عمومی امور میں سے ہے جن میں حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ حدیث کی تلاش تو اس میں محض تکلف ہے۔ کیوں کہ لوگوں کو اس کی عمومی معرفت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین اور انصار کا عمل نقل العامة عن العامة کے طریقہ پر ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں کہ میت کو پاؤں کی جانب سے قبر میں داخل کیا جائے۔“

اندازہ کیجیے امام شافعی آنحضرت ﷺ اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے تو اترا ابھی عمل بیان کرتے ہیں کہ میت کو پاؤں کی جانب سے

مفت منگوائیں

اللہ کریم ہمیں ہر بیماری سے محفوظ فرمائے۔ جادو کی بیماری عام ہو چکی ہے تقریباً ہر بندہ شاک ہے کہ گھر میں جادو ہو گیا ہے۔ لوگ ادھر ادھر جا کر ذلیل ہوتے ہیں۔ آپ مسنون علاج سمجھنے کے لیے ہمارا بہترین اشتہار جادو اور اس کا علاج قرآن وحدیث سے مزین اور خوبصورت چار رنگوں والا آج ہی ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ لفافے میں ڈال کر منگوائیں اور فریم کروا کر مساجد اور گھروں میں لگوائیں۔

پتا: قاری عبدالوہاب ربانی، ناظم مدرسہ فاطمہ الزہراء، رمضان کالونی، پوسٹ بکس 54، جوہر آباد خوشاب۔ 0333-6813820

ضرورت مدرسین

ہمیں اپنی دو مساجد کے لیے دو بہترین عالم دین حافظ قرآن مدرس اور خطیب کی ضرورت ہے۔ قیام وطعام کا احسن انتظام اور بہترین مشاہرہ بفضل اللہ تعالیٰ۔ فرصت اول میں مکمل رابطہ کریں۔

عبدالعظیم: 0334-7533601

عبدالوہاب: 0333-6813820

پروفیسر ابراہیم خادم قصوری کے خطبات جمعہ

پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری مرکز اسلام جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور ضلع قصور میں ربیع الاول میں خطبات جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔ پہلا خطبہ ولادت مصطفیٰ، دوسرا خطبہ جمال مصطفیٰ، تیسرا خطبہ سیرت مصطفیٰ، چوتھا خطبہ وفات مصطفیٰ۔ [محمد اسحاق خادم قصوری: 0300-4421651]

سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس

جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث پراچہ کالونی شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں یکم اپریل ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد نماز عشاء سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس ہوگی۔ صدارت: حافظ عبدالرحمن لدھیانوی اور مقررین میں حافظ زبیر احمد ظہیر، قاری محمد حنیف ربانی ومقامی علماء خطاب کریں گے۔

[محمد مشتاق گل، خطیب مسجد ہذا: 0323-4793334]

قبر میں اتارا جائے اور اس مسئلہ میں حدیث کی تلاش کو تکلف سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر امام ابراہیم نخعی اسے بعد کے دور کی ایجاد قرار دیتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ کہنے والوں نے کہا کہ امام شافعی سے امام ابراہیم متقدم ہیں۔ مگر امام ابن جریج کا قول بھی امام ابراہیم کے قول کی نفی کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن یزید اور عامر الشعمی کا اسی عمل کو سنت قرار دینا اس پر مستزاد ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ الحارث الہمدانی ۶۵ھ میں فوت ہوئے جب حضرت عبداللہ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ عامر الشعمی عہد فاروقی میں پیدا ہوئے خود فرماتے ہیں: میں نے ۵۰۰ صحابہ کو پایا ہے۔ جب کہ ابراہیم نخعی کے بارے میں ابن حبان نے کہا ہے کہ ۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔ بعض نے ۴۹ھ کہا اور تقریب، ص: ۲۴، میں یہی رجحان حافظ ابن حجر کا معلوم ہوتا ہے۔ ابراہیم کا کسی صحابی سے سماع نہیں صرف حضرت عائشہ کی زیارت کی ہے۔ [تہذیب، ج: ۱، ص: ۱۷۸]

بلکہ امام ابوداؤد نے فرمایا ہے:

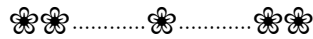
”مرسل الشعبی أحب إلی من مرسل النخعی۔“

کہ میرے نزدیک شعبی کی مرسل نخعی کی مرسل سے زیادہ محبوب

ہے۔ [تہذیب، ج: ۱، ص: ۶۸]

بائیں طور بھی کہ جب امام شعبی کو بہر نوع تقدم حاصل ہے تو انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کے بیان کو رائج قرار دیا جائے کہ وہ اُسے سنت کہتے ہیں۔

ہم نے اس مسئلہ میں دیگر آثار اور مباحث سے قصداً صرف نظر کیا ہے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ امام ابراہیم کا یہ بیان خود ان کے دوسرے بیان کے معارض، جو علت انھوں نے بجانب پاؤں سے دفن کرنے کی بتلائی وہ بھی پھس پھسی، جب کہ حضرت عبداللہ اور عامر شعبی نے اسی کو سنت قرار دیا اور امام شافعی اور امام ابن جریج نے اسی پر متواتر عمل بتلایا۔ اگر اس کے برعکس اکادکا عمل ہے تو اسے ”سنت“ نہ خود کرنے والوں نے کہا ہے اور نہ ہی دیگر حضرات نے۔ [جاری ہے]



امت پر نبی کریم ﷺ کے حقوق ③

ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اطاعت رسول ﷺ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس ضمن میں کچھ واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

①..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے اسے اتار اچھینکا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا:

«يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جُمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ»

”کیا تم میں سے کوئی شخص جہنم کا ایک شعلہ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے!“

پھر جب رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا: اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس نے کہا:

«لَا وَاللَّهِ، لَا أَخْذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ»

[مسلم: ۲۰۹۰]

”نہیں، اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیا ہے۔“

②..... حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِأَبْنَائِكُمْ»

”بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں منع کرتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم اٹھاؤ۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں:

فَوَاللَّهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آتِرًا۔

[بخاری: ۶۶۴۷، مسلم: ۱۶۴۶]

”اللہ کی قسم! میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ آپ نے اس سے منع کر دیا ہے، تب سے میں نے کبھی ایسی قسم نہیں اٹھائی، نہ اپنی طرف سے اور نہ کسی کی طرف سے۔“

③..... حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے اور جب آپ (سرغ) مقام پر پہنچے تو آپ کو پتا چلا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

«إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بَأْرَضٍ فَلَا تَقْدُمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بَأْرَضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ»

”جب تم وبا کے بارے میں سنو کہ وہ کسی ملک میں پھیل چکی ہے تو اس میں مت جاؤ۔ اور جب تم کسی ملک میں موجود ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو راہ فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے مت نکلو۔“

یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سرغ) سے ہی واپس لوٹ آئے۔ [بخاری: ۵۷۳۰، ۶۹۷۳، مسلم: ۲۲۱۹] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی کسی رائے کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنتے تو فوراً اپنی رائے سے رجوع فرما لیتے اور حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہی فیصلہ کرتے۔

جیسا کہ یحییٰ بن سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ

نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ انگوٹھے کی دیت پندرہ اونٹ، اس کے ساتھ والی انگلی اور اسی طرح درمیان والی انگلی کی دیت دس اونٹ اور اس کے ساتھ والی انگلی کی نو اونٹ اور سب سے چھوٹی انگلی کی چھ اونٹ ہے۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ آل عمر بن حزم کی کتاب میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام انگلیوں کی دیت دس اونٹ مقرر فرمائی ہے تو انھوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

[الرسالة للإمام الشافعي، ص: ۴۲۲]

⑤..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا:

«مَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَا عَلِمْتُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ - ”خبردار، اللہ کی قسم! مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم ایک پتھر ہو، نہ تم نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ ﷺ نے تمہیں بوسہ دیا ہے تو میں کبھی تمہیں بوسہ نہ دیتا۔“

پھر فرمانے لگے:

«مَا لَنَا وَلِلرَّمْلِ؟ إِنَّمَا كُنَّا رَأَاهُ يَنَا الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ - [بخاری: ۱۶۰۵، مسلم: ۱۲۷۰]

یعنی ”اب ہم رمل کیوں کریں! وہ تو دراصل ہم مشرکین کے سامنے (اپنی طاقت) کے اظہار کے لیے ہی کرتے تھے اور اب تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا ہے۔ پھر کہنے لگے: جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا، ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں۔“

⑥..... اختلافی مسائل میں فیصلہ:

رسول اکرم ﷺ کا امت پر چھٹا حق یہ ہے کہ تمام اختلافی مسائل میں آپ ﷺ کو اور آپ کی احادیث مبارکہ کو فیصلہ تصور کرتے ہوئے ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور ان کے مقابلے میں کسی کی رائے یا کسی کے مسلک کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

فرمان الہی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”پس نہیں، قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم (فیصل) نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں اس سے وہ دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی محسوس نہ کریں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کے درمیان حره میں واقع پانی کی ایک نالی پر جھگڑا ہو گیا جس کے ذریعے وہ کھجوروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ چنانچہ انصاری نے کہا: پانی چھوڑ دو اور اسے آگے جانے دو، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اب وہ دونوں اپنا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«(اسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ»

”اے زبیر! تم (اپنے درختوں کو) پانی پلاؤ اور پھر اسے اپنے پڑوسی کے باغ میں چھوڑ دو۔“

تو انصاری صحابی کو سخت غصہ آیا اور وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں آخروہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«(اسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَحْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ»

”زبیر! اپنے کھیت کو پانی پلاؤ اور جب تک پانی منڈیروں تک نہ پہنچ جائے اسے اس کے لیے مت چھوڑو۔“

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت اسی معاملے میں نازل ہوئی۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ -

”میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا

استلام کیا اور اسے بوسہ دیا۔“

اس آدمی نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں ازدحام میں پھنس جاؤں (تو کیا پھر بھی میں استلام کروں؟) اور آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر لوگ مجھ پر غالب آجائیں (تو کیا پھر بھی مجھے استلام کرنا ہوگا؟)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اجْعَلْ ”رَأَيْتُ“ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ - [بخاری: ١٦١١]

یعنی ”یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ ”آپ کا کیا خیال ہے“ اسے یمن میں چھوڑ آؤ، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ نے اس کا استلام کیا اور اسے

بوسہ دیا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم ہو جائے تو پھر کسی کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی چاہے وہ رائے کسی صحابی کی کیوں نہ ہو۔ لیکن صد افسوس! اس دور میں کئی ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں کے بارے میں صحیح احادیث سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے مقابلے میں اپنے علماء یا ائمہ کرام کی آراء پیش کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اتنی بڑی جسارت ہے کہ جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عذاب الہی کے نازل ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔

جیسا کہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے عروۃ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ آپ حج تمتع کی رخصت دیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اے عروۃ! تم اپنی والدہ سے پوچھ لو، عروۃ کہنے لگی: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تو تمتع نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

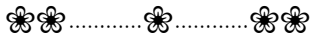
وَاللَّهِ! مَا أَرَأَيْتُمْ مُنْتَهَيْنَ حَتَّى يُعَذِّبَكُمْ اللَّهُ، نَحْذَرُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ، وَتُحَذِّرُنَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ -

”اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم باز آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو، ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو۔“

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أَرَأَيْتُمْ سَيَهْلِكُونَ، أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَيَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ؟ [صحیح جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر - أبو الأشبال، ص: ٥٢٥]

”میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے (یوں) فرمایا اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے (یوں) کہا؟“



سالانہ اجتماع خواتین

معروف دینی درس گاہ جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن میں اپنی سابقہ شان دار روایات کے مطابق سالانہ اجتماع خواتین ۲۲ مارچ بروز اتوار صبح نو بجے سے نماز عصر تک منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کی ممتاز معلمات و مبلغات قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات پیش کریں گی۔ اس موقع پر طالبات کے سالانہ امتحان کے نتائج اور تقسیم انعامات کا پروگرام بھی ہوگا۔

[انچارج شعبہ تعلیم البنات، جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن، ضلع

قصور۔ پروفیسر عبدالکحیم سیف: 0306-4037722]

خطبہ جمعۃ المبارک

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کٹھن طور ان تحصیل تاندلیاں والا ضلع فیصل آباد میں ۲۰ مارچ ۲۰۰۹ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مولانا قاری محمد علی ایم اے (ناشر الاسلام خطیب گوجراں والا) ارشاد فرمائیں گے۔

[نور الصمد ساجد، ناظم دفتر دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور]

اسلامی مہینے اور ان کا تعارف ۹

مولانا محمد ارشد کمال

ایام تشریق کی فضیلت:

ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ان دنوں میں عرب لوگ قربانیوں کا گوشت دھوپ میں رکھ کر خشک کیا (سکھایا) کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ایام تشریق کو ”ایام معدودات“ اور ”ایام معلومات“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ طَمَنُ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ط وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لَا لِمَنِ انْتَقَى ط وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُخْشَرُونَ﴾

”اور اللہ تعالیٰ کو کثرت کے چند دنوں میں یاد کرو، جو شخص دو دن میں جلدی کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (یہ رعایت) اُس کے لیے (ہے) جو ڈر گیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔“ [البقرة: ۲۰۳]

آیت کے سیاق سے پتا چل رہا ہے اور رائج قول بھی یہی ہے کہ یہاں ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں۔ یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ۔ ان دنوں میں بہ کثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہیے۔ رمی جمار کے وقت بھی تکبیر کہی جائے اور تمام حالات میں بھی۔ بازاروں میں، چلتے پھرتے بھی یعنی ہر وقت تکبیرات پڑھتے رہنا چاہیے۔ نیز دیگر اذکار مسنونہ بھی پابندی کے ساتھ ادا کرنے چاہئیں۔ کیوں کہ ایام تشریق کو ایام ذکر اللہ بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا ہمیشہ ہدلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ» [مسلم،

کتاب الصیام، باب تحریم صوم ایام التشریق، رقم: ۱۱۴۱]

”ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ طَعْمٍ وَذِكْرِ اللَّهِ» [احمد: ۲۲۹/۲]

”ایام تشریق کھانے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔“

ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ رکھنا منع ہے جیسا کہ ابو مرہ موٹی ام ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے والد عمرو بن عاص کے ہاں گیا تو انھوں نے (ہم) دونوں کو کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھاؤ۔ عبد اللہ نے کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ تو سیدنا عمرو نے کہا: کھاؤ۔ اس لیے کہ ان دنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ ہمیں افطار کا حکم دیا کرتے تھے اور روزوں سے منع فرماتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایام تشریق ہیں۔ [ابوداؤد، کتاب الصیام، باب صیام ایام التشریق، ۲۳۱۸، واسناد صحیح]

سورت الحج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ط فَكُلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ [الحج: ۲۸]

”لوگ اپنے فائدے کو حاصل کرنے کو آئیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں اس پر جو اللہ نے اُن کو پالتو چوپائے دے رکھے ہیں۔ پس تم ان میں سے خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔“

یہاں ایام معلومات سے مراد کون سے دن ہیں؟ امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق چھ اقوال بیان کیے جاتے ہیں:

①..... ذوالحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ اس قول کو امام مجاہد رحمہ اللہ نے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حسن، عطاء، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

②..... ذوالحجہ کے نو دن مراد ہیں۔ یہ قول ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ہے۔

③..... قربانی کا دن اور اس کے بعد (مزید) تین دن۔ اسے امام نافع نے ابن عمر اور مقسم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

④..... یہ ایام تشریق ہیں۔ اسے عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے اور یہی قول عطاء خراسانی نجفی اور ضحاک کا بھی ہے۔

⑤..... یہ پانچ دن ہیں جن میں سے پہلا یوم ترویہ ہے۔ یہ قول ابوصالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

⑥..... یہ تین دن ہیں جن میں سے پہلا یوم عرفہ ہے۔ یہ قول مالک بن انس کا ہے۔ [زاد المسیر: ۲۳۳/۳]

ان مذکورہ چھ اقوال میں سے رائج کون سا ہے؟ آیت کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ یہاں ذبح کے ایام مراد ہیں جو ایام تشریق کو مشتمل ہیں۔ چنانچہ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ایام معلومات سے مراد ذبح کے ایام، ایام تشریق ہیں جو یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) اور تین دن اس کے بعد ہیں۔ یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر ایام معلومات سے عشرہ ذی الحجہ اور ایام معدودات سے ایام تشریق مراد لیے جاتے ہیں۔ تاہم یہاں معلومات جس سیاق میں آیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایام تشریق مراد ہیں۔“ [احسن البیان، ص: ۸۱۰]

✽..... ایام تشریق کو ایام منیٰ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ حاجی حضرات ان دنوں میں منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔ سیدنا کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں (کعب کو) اور اس بن حدثان کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا:

«انہ لا یدخل الجنة الا مومن وایام منی ایام اکل

وشرب» [مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم ایام

التشریق، رقم: ۱۱۴۲]

”جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور ایام منیٰ کھانے پینے کے دن ہیں۔“

سیدنا عبدالرحمن بن معمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«الْحَجُّ عَرَفَاتٌ، الْحَجُّ عَرَفَاتٌ، الْحَجُّ عَرَفَاتٌ، اَيَّامُ مِنْى ثَلَاثٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ، فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ» [ترمذی، کتاب التفسیر،

رقم: ۲۹۷۵ وقال: هذا حديث حسن صحيح]

”حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے، حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے، حج عرفات (میں ٹھہرنا) ہے۔ ایام منیٰ تین ہیں، پھر جو کوئی جلدی کرے اور منیٰ سے دو دن میں چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جس نے قوف عرفات کو سورج طلوع ہونے سے پہلے پایا تو گویا اس نے حج کو پایا۔“

ایام منیٰ دراصل ایام تشریق ہی ہیں جو تین ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو فرض قرار دیا ہے جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔ تاہم منیٰ میں پورے تین دن قیام کرنے کو فرض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ جو دو دن کے اندر ہی منیٰ سے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے اور تیسرے دن جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

✽..... ایام تشریق وہ مبارک ایام ہیں جنہیں اہل اسلام کے لیے عید (خوشی) قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ

الْإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ» [ابوداؤد، کتاب

الصیام، باب صیام ایام التشریق، رقم: ۲۴۱۹۔ ترمذی،

رقم: ۷۷۳ وقال: حسن صحيح]

”یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کے لیے عید کے ایام ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔“

ایام تشریق اصلاً عید ہی کے ایام ہیں، ان میں عام نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں البتہ حج تمتع کرنے والا اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس پر دس روزے لازم آتے ہیں۔ تین ایام حج میں اور سات گھر آ کر۔ چنانچہ اسے رخصت ہے کہ ایام تشریق میں یہ روزے رکھ لے جیسا کہ سورۃ بقرہ

آیت نمبر ۱۹۶ میں ہے۔ البتہ اس میں یوم عرفہ کا جو ذکر ہے کہ اس دن بھی روزہ رکھنا صحیح نہیں تو یہ بات حاجیوں کے لیے ہے۔ ان کے لیے روزہ نہ رکھنا بہتر ہے تاکہ وہ عرفات میں قُوف کی عبادت صحیح طریقے سے کر سکیں۔ لیکن غیر حاجیوں کے لیے یوم عرفہ کے روزے کی یہی فضیلت ہے کہ ان کے لیے یہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ [ابوداؤد مع فوائد سعیدی: ۸۳۵/۲]

ذوالحجہ میں کرنے والے اعمال: ماہ ذی الحجہ میں اہل اسلام کو جن خصوصی عبادات کا حکم دیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

①..... حج: حج اسلام کے محکم اور قطعی فرائض میں سے ایک فریضہ اور اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ اس لیے صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ اس کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾
”اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس کی طرف راہ چلنے کی طاقت رکھے، پس جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔“ [آل عمران: ۹۷]

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَ اتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ [البقرة: ۱۹۶]
”حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔“

احادیث میں بھی حج کی فرضیت کا بڑی وضاحت سے ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اَيُّهَا النَّاسُ اَقْدُ فُرْصَ عَلَيْكُمْ الْحَجَّ فَحُجُّوْا﴾

”اے لوگو! بے شک تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہذا تم حج کرو۔“

ایک آدمی نے عرض کیا: کیا ہر سال (حج فرض ہے) اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ حتیٰ کہ اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا:

﴿لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوْ جَبَتْ وَلَكَمَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (حج ہر سال) واجب ہو جاتا اور تم اس

کی طاقت نہ رکھتے۔“ [مسلم، کتاب الحج]

سیدنا ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اقرع بن حابس نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا حج ہر سال (فرض) ہے یا (زندگی میں) ایک ہی بار؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ﴾ [ابوداؤد، کتاب

الحج، باب فرض الحج، رقم: ۱۷۲۱]

”نہیں! بلکہ ایک ہی بار (فرض) ہے جو اس سے زیادہ کرے تو وہ نفل ہے۔“

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس بات پر پوری امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ پوری زندگی میں (صاحب استطاعت پر) ایک بار حج و عمرہ فرض ہے۔ [نیل الاوطار بحوالہ سوائے حرم، ص: ۳۵]

حج کی فضیلت: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا:

﴿مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ﴾ [بخاری، کتاب المناسک، باب الحج المبرور،

رقم: ۱۵۲۱]

”جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں کوئی فحش بات اور برائی کا کام نہ کیا تو وہ اس دن کی طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹے گا جس دن اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔“

سیدنا عمرو بن عاص کی روایت میں ہے:

﴿وَ اِنَّ الْحَجَّ يَهْدِيْكُمْ مَّا كُنَّا قَبْلَهُ﴾ [مسلم، کتاب الایمان،

باب کون الاسلام يهدم ما كان قبله، رقم: ۱۲۱]

”بے شک حج (بھی) پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے افضل ترین عمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرِسُوْلُهُ﴾

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔“ پوچھا گیا کہ اس

کے بعد؟ فرمایا:

﴿جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا: پھر اس کے بعد؟ فرمایا:
«صَحِّحٌ مُّبْرُورٌ»

”جج مبرور۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم: ۱۵۱۹]
سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم
جہاد کو تمام اعمال سے افضل دیکھتے ہیں پھر ہم (خواتین) بھی کیوں نہ
جہاد کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ افضل جہاد حج مبرور ہے۔“
[بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، رقم: ۱۵۲۰]

صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں ہے: ”عورتوں پر ایسا جہاد (فرض)
ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔“ [ابن خزیمہ، رقم: ۳۰۷۴]

سیدنا ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”جج اور عمرہ ایک دوسرے کے بعد کرو کیوں کہ یہ دونوں تنگ دستی اور
گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ (آگ کی) بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی
کے زندگ کو دور کرتی ہے۔ اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔“

[ترمذی، کتاب الحج، باب ثواب الحج والعمرة، رقم: ۸۱۰۰ وقال حسن صحیح غریب]
جج مبرور سے مراد وہ مقبول حج ہے جس میں کوئی معصیت کا کام
سرزد نہ ہوا ہو۔

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے
پاس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں کمزور دل آدمی ہوں اور بوڑھا بھی ہوں
(جہاد نہیں کر سکتا۔ کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

”ایسے جہاد کی طرف چلو جس میں کوئی ہتھیار نہیں اٹھانا پڑتا یعنی
جج کرو۔“ [طبرانی فی الاوسط: ۳/ ۱۹۰، رقم: ۴۲۸۷ قال الہیثمی فی
المجمع: ۳/ ۳۵۵ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ ثقات]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”بوڑھوں، بچوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔“

[نسائی، کتاب الحج، باب فضل الحج، رقم: ۲۲۲۶ حسن]
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
میدان عرفات میں ایک شخص وقوف کیے ہوئے تھا کہ اچانک اپنی سواری
سے گر پڑا اور اس کے کچلنے سے جاں بحق ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”اسے پانی اور پیری کے پتوں سے غسل دو، دو کپڑوں میں کفن

دو، خوشبو مت لگانا اور نہ اس کے سر کو ڈھانپنا۔ کیوں کہ یہ روز
قیامت تلبیہ کہتا ہوا اللہ کی بارگاہ میں اٹھے گا۔“ [مسلم، کتاب

الحج، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات، رقم: ۱۲۰۶]
سیدنا ابو ہریرہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”جج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ سے دعا کریں تو
اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ بخشش طلب کریں تو انھیں بخش دیتا
ہے۔“ [ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل دعا الحاج، رقم: ۲۸۹۲ وسندہ حسن]

فضائل حج کے متعلق اور بھی بہت ساری مرویات موجود ہیں جنہیں
ہم بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کر رہے۔ کیوں کہ مومن مسلمان کے لیے تو
ایک ہی حدیث کافی وافی ہے۔ اس لیے جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ اتنی طاقت
دے کہ وہ حج کو جاسکے تو اسے ضرور بالضرور وقت کو نیت جانا چاہیے۔

آج ہم شادی بیاہ کی فضول رسموں پر جتنا مال برباد کرتے ہیں اگر
اسی کو کام میں لائیں تو یہ فریضہ بآسانی ادا کر سکتے ہیں مگر لوگوں نے جہیز اور
شادی کی دیگر رسومات کو فرض اور حج کو نعوذ باللہ ایک زائد چیز سمجھ رکھا ہے،
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس فریضے کا ذوق اور شوق نصیب فرمائے، آمین۔

اعمال حج: حج کے اعمال پانچ یا چھ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں۔
ان کی ابتدا آٹھ ذی الحجہ سے ہوتی ہے، اس دن کو یوم الترویہ کہتے ہیں۔
کیوں کہ اس دن سفر حج کی تیاری کے لیے اونٹوں کو پانی پلایا جاتا تھا۔
حجۃ الوداع کے موقع پر نبی مکرم ﷺ اس دن منیٰ کی طرف روانہ
ہوئے۔ نو ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ظہر سے غروب آفتاب تک ٹھہرنا
جج کا رکن عظیم ہے۔ حجاج کرام نو ذی الحجہ کا دن عرفات میں گزار کر اور
اس کے بعد رات مزدلفہ میں بسر کر کے دس ذی الحجہ کو منیٰ جاتے ہیں اور
چار کام کرتے ہیں:

- ①.....جرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارتے ہیں۔
- ②.....حج تمتع اور حج قرآن والے قربانی کرتے ہیں۔
- ③.....حجامت کرواتے ہیں۔
- ④.....طواف زیارت کرتے ہیں۔ حج تمتع کرنے والے صفا
ومروہ کی سعی بھی کرتے ہیں۔ حج قرآن والے جن لوگوں نے طواف
قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو وہ بھی سعی کرتے ہیں۔

نوٹ: حج کی مزید معلومات جاننے کے لیے حج و عمرہ کے متعلق تالیف کردہ کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

⑤..... عید الاضحیٰ: اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سال بھر میں خوشی کے لیے خصوصی طور پر صرف دو تہوار دیے ہیں۔ پہلا تہوار عید الفطر کا ہے جو شوال المکرم کی یکم تاریخ کو منایا جاتا ہے جب کہ دوسرا اہم بالشان تہوار عید الاضحیٰ کا ہے جو ذی الحجہ کی دس تاریخ کو منایا جاتا ہے اسے عید قربان اور بقر عید بھی کہا جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن کو یوم نحر بھی کہا جاتا ہے۔ جس کی فضیلت آپ گزشتہ سطور میں پڑھ آئے ہیں۔ اسی طرح عید کے احکام و مسائل بھی گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جن کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔

⑥..... قربانی: ماہ ذی الحجہ میں تیسرا اہم کام جس کی بڑی تاکید کی گئی ہے وہ قربانی کا ہے جس کا آغاز دس ذی الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے جب کہ اختتام کے متعلق مختلف اقوال ہیں جن میں سے معروف دو یہی ہیں۔

①..... تیرہ ذی الحجہ تک۔ امام حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، امام شافعی رحمہ اللہ، جمہور اور عام علمائے اہل حدیث کا یہی قول ہے۔

②..... بارہ ذی الحجہ تک۔ سیدنا علی، انس بن مالک، ابن عمر، ابن عباس کے علاوہ امام مالک، ابوحنیفہ، احمد بن حنبل وغیرہ کا یہ قول ہے یعنی بارہ ذی الحجہ تک قربانی کرنے میں سب متفق ہیں لیکن تیرہویں میں اختلاف ہے۔

قربانی کی اہمیت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ

مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۳۴]

”اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں دے رکھے ہیں۔“

اسی طرح ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُمْ وَنُسَكِيتُمْ وَمَخْيَيْتُمْ وَمَتَّيْتُمْ لِلَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲]

”کہہ دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور (اسی کے لیے) قربانی کر۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يَصُحْ فَلَا يَقْرُبْ مَصْلَانَا» [ابن

مساجہ، کتاب الاضاحی، باب الاضاحی واجبة ہی ام لا؟

رقم: ۳۱۲۳ حسن]

”جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

قرآن مجید کی ان آیات اور مذکورہ حدیث سے قربانی کی اہمیت خوب واضح ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ

①..... رسول اللہ ﷺ سے قربانی کا ترک کرنا قطعاً ثابت نہیں۔

بالفاظ دیگر آپ ہمیشہ قربانی کرتے رہے۔

②..... جو صحابہ کرام انجانے میں نماز عید سے قبل قربانی کر بیٹھے انھیں آپ نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔

③..... قربانی کے متعلق حضرات صحابہ کرام کا اہتمام اس بات

سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے حالت سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قربانی کی۔

قربانی کی اس اہمیت کے پیش نظر بعض علماء نے قربانی کو فرض اور واجب قرار دیا ہے تاہم جمہور کا مسلک یہی ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

④..... بال اور ناخن نہ کٹوانا: بال اور ناخن نہ کٹوانے کی پابندی

صرف اسی شخص کے لیے ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور یہ پابندی ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر قربانی کرنے تک برقرار رہے گی۔

چنانچہ امام مسلمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لیے کوئی قربانی ہو تو جب

ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ قربانی کرنے تک اپنے بال نہ

ترشوائے اور نہ ناخن کاٹے۔“ [مسلم، کتاب الاضاحی، باب

نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ، رقم: ۱۹۷۷]

یعنی ناخنوں کو نہ قلم کرے اور نہ ہی توڑے۔ اسی طرح بال ہیں نہ انھیں موٹھ سے نہ ہلکے کرے، نہ نوچے اور نہ ہی جلا کر انھیں ختم کرے۔ وہ بال جسم کے کسی بھی حصے کے ہوں (ظاہری یا اندرونی) انھیں بالکل نہ چھیڑے۔ جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے جس نے قربانی نہیں کرنی تو اس کے لیے بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کسی صحیح حدیث میں نہیں۔ البتہ اگر ایسا شخص قربانی کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ عید کے روز اپنے بال اور ناخن تراش لے، موچیں کاٹ لے اور اندرونی بال صاف کرے۔ [ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ایجاب الاضاحی، رقم: ۲۷۸۹، حاکم: ۲۲۳/۴ وقال: هذا حدیث صحیح الاسناد ووافقه الذہبی]

⑤..... تکبیرات: ماہ ذی الحجہ کا ایک اور اہم حکم جس کی عام مسلمانوں میں عموماً جب کہ عورتوں میں خصوصاً تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے، وہ تکبیرات کا ہے۔ اس میں امام، مقتدی، منفرد، مرد، عورت، مسافر، مقیم، شہر والے اور گاؤں والے سب شامل ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ [البقرہ: ۲۰۳]

”اور اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں (خوب) یاد کرو۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عام ہے جو سب مسلمانوں کے لیے۔ محمد بن ابوبکر ثقفی راوی ہیں کہ ہم منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے تو میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ لوگ عہد نبوی میں تلبیہ کیسے کہتے تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے اور تکبیر کہنے والے تکبیر کہتے، اور کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔ [بخاری، رقم: ۹۷۰]

سیدہ ام عطیہ بیان کرتی ہیں (رسول اللہ کے دور میں) ہمیں عید کے دن عید گاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردہ میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردہ میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی تکبیر کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔ [بخاری،

کتاب العیدین، باب التکبیر فی ایام منی.....، رقم: ۹۷۱]

جہاں تک ان تکبیرات کے آغاز اور اختتام کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں: ”نبی ﷺ سے اس کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں۔ صحابہ کرام کے اقوال میں سے سب سے زیادہ صحیح قول سیدنا علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے کہ تکبیرات یوم عرفہ کی صبح سے منیٰ کے آخری دن تک ہے۔“ [فتح الباری: ۵۹۵/۲]

بعض علماء کے نزدیک یہ تکبیرات صرف فرض نمازوں کے بعد ہیں۔ لیکن اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں لہذا یہ ہر وقت پڑھی جائیں۔ امام بخاری تعلیقاً بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر منیٰ میں اپنے ڈیرے کے اندر تکبیر کہتے تو مسجد میں لوگ اسے سنتے اور وہ بھی تکبیر کہنے لگتے پھر بازار میں موجود لوگ بھی کہنے لگتے اور سارا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔ سیدنا ابن عمر منیٰ کے ان دنوں میں نمازوں کے بعد بستر پر، خیمہ میں، مجلس میں، راستے میں اور دن کے تمام حصوں میں تکبیرات کہتے تھے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ دسویں تاریخ کو تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہا کرتی تھیں۔ [بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر فی ایام

منیٰ واذا غدا الی عرفۃ]

تکبیرات کے الفاظ:

❁..... اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا. [فتح

الباری: ۵۹۵/۲ وقال الحافظ ابن حجر: سندہ صحیح]

❁..... الله اكبر، الله اكبر، لا إله إلا الله وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ .

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۶/۴ صحیح]

❁..... اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، الله اكبر كبيراً، الله اكبر

واجل، الله اكبر، ولله الحمد .

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰/۴ وسندہ صحیح]

⑥..... عشرہ ذی الحجہ کے روزے: امہات المومنین میں سے ایک کا بیان ہے کہ رسول محترم ﷺ ذی الحجہ کے (پہلے) نودن، عاشورہ محرم، ہرمینے میں تین دن اور ہرمینے کے پہلے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا

کرتے تھے۔ [ابوداؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر، رقم: ۲۴۳۷ وسندہ صحیح]

اسی طرح گزشتہ سطور میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ عام دنوں سے عشرہ ذی الحجہ میں اعمال زیادہ فضیلت والے ہیں۔ حتیٰ کہ عام دنوں کا جہاد بھی عشرہ ذی الحجہ سے بہتر اور افضل نہیں ماسوائے اس مجاہد کے جس نے اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ [بخاری، رقم: ۹۶۹]

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ یعنی اس کے ابتدائی نو دنوں میں روزے رکھنے اور دیگر نیک اعمال کرنے کی انتہائی فضیلت ہے۔ جہاں تک سیدہ عائشہ سے مروی حدیث کا تعلق ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو عشرہ ذی الحجہ میں کبھی بھی روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ [مسلم، رقم: ۱۱۷۶] تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کس عارضے مثلاً سفر یا مرض کی بنا پر ان دنوں میں روزے نہیں رکھے۔ یا پھر یہ ہے کہ سیدہ عائشہ نے آپ کو ان دنوں میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ یہ مطلب نہیں کہ ان دنوں میں آپ نے فی نفسہ روزے نہیں رکھے۔

④..... معاصی سے بچنے کا خاص اہتمام: ذوالحجہ کا مہینا حرمت

والے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس لیے اس کی حرمت کا یہ تقاضا ہے کہ اس میں چھوٹے بڑے ظلم اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ [التوبة: ۳۶]

”پس ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔“

تفسیر جلالیل میں ہے:

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ اِی الْاَشْهُرَ الْحَرَمَ اَنْفُسَكُمْ

بِالْمَعَاصِی فَانْهَایْهَا اَعْظَمُ زَوْرًا وَقِلَیْ فِی الْاَشْهُرِ

کلھا۔ [تفسیر جلالین، ص: ۱۵۸]

”یعنی ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ کیوں کہ ان مہینوں میں گناہ کا وبال اور بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تمام مہینوں میں گناہ کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔“

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

جامعہ ام القری الاسلامیہ (گوجرانوالہ) کی عظیم پیشکش

شائقین علم حدیث کے لیے بیش قیمت علمی خزانہ

مَقَالَاتُ حَدِیْث

از قلم: شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

تقدیم: فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اشرفی رحمہ اللہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی رحمہ اللہ

تحقیق و تخریج: حافظ شاہد محمد فاضل مدینہ یونیورسٹی

حفاظت حدیث اور حجیت پر بیش قیمت تحقیقی مباحث
جمع و تدوین حدیث کے متعلق شکوک و شبہات
کا مکمل ازالہ

منکرین قرآن و سنت اور مستشرقین یورپ کی
آراء و افکار کا علمی و تحقیقی محاسبہ

نایاب رسائل اور نادر مضامین کا مجموعہ
پہلی بار منظر عام پر

• مجلد • 608 صفحات • عمدہ کاغذ • اعلیٰ طباعتی معیار

اپنے شہر کے ہر معیاری کتب خانہ سے حاصل کریں یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

ناشر: ام القری پبلی کیشنز کمشنر روڈ فتوہ منڈ گوجرانوالہ فون: 0333-8110896, 0321-6466422

13 19 مارچ 2009ء..... (394)..... 15 ربیع الاول 1430ھ

توحید باری تعالیٰ کے بارے میں تقریری و تحریری مقابلہ

عقیدہ توحید اعتقاد اور صرف آخرت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توحید نظام کائنات کی بقا کی ضامن اور شرک کائنات کے بگاڑ کا سبب ہے۔ توحید ہی دین کی ابتداء اور انتہا ہے باقی ارکان اس کے تقاضے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اپنی دعوت کی ابتداء عقیدہ توحید سے کیا کرتے تھے۔ یہ جزوقتی دعوت نہیں بلکہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ یہی پاکستان کی بنیاد ہے۔ وطن عزیز میں مساجد سے باہر پہلی دفعہ اس تحریک کا آغاز ہوا۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنی اپنی جماعتوں میں رہ کر اخلاقی، تبلیغی تعاون فرمائیں۔ توحید کا شعور اور شرک کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے تقریری، تحریری مقابلے اور مذاکرے شروع کیے جا رہے ہیں۔

مقام: جامعہ محمدیہ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ زیر صدارت: شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید صاحب بتاریخ: 18 مارچ بروز بدھ 10 بجے دن

بچ صاحبان: شیخ الحدیث قاری محمد سعید کلیری، شیخ الحدیث حافظ محمد امین، شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری، مہمان خصوصی: مولانا محمد اعظم، مولانا محمد رفیع سلفی

خصوصی خطاب: پروفیسر حافظ مطیع الرحمن چانسلر امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ کو نیز تحریک کے جواب دینے کے ساتھ تحریک کا مقصد بھی بیان کریں گے۔

عنوانات ① اللہ تعالیٰ کی صفت اللہ کی جامعیت اور اس کے تقاضے۔ (قرآن مجید میں لفظ اللہ تعالیٰ کی کس کس صفت کے لیے استعمال ہوا ہے) ② توحید کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات۔ ③ توحید کی اہمیت و فرضیت۔ (ہندو، سکھ، عیسائیت اور بدھ مت کی نظر میں) ④ شرک کے اخلاقی، معاشرتی اور معاشی نقصانات۔ ⑤ دور رس مت میں اہل مکہ، یہودی اور عیسائی شرک کی کون کون سی اقسام میں مبتلا تھے۔ ہر مقرر کو دس منٹ وقت دیا جائے گا۔

تقریری مقابلہ میں حصہ لینے کے مجاز ① گوجرانوالہ ڈویژن کے مدارس اور کالجز۔ ② شرکت کرنے والے طلبہ ایک ہفتہ پہلے تحریراً مطلع فرمائیں۔

یاد رہے تمام مسالک کے طلبہ شرکت کر سکتے ہیں۔

تحریری مقابلہ اور اس کی تاریخ: اس میں علاقہ کی کوئی قید نہ ہے۔ مندرجہ بالا مقالہ جات میں سے کسی عنوان پر مقالہ فل سائز کاغذ ۳۰ صفحات پر خوش خط مکمل حوالہ جات کے ساتھ یکم اپریل تک ہیڈ آفس جامعہ ابو ہریرہ پہنچنا چاہیے۔ انعامات تقریری مقابلہ کے مطابق ہونگے۔

دیگر مقابلے اور مذاکرے: اسلام آباد: جنوری۔ لاہور: اپریل۔ ملتان: مئی۔ بلتستان: جون۔ فیصل آباد: جولائی۔ کراچی: اگست۔ تفصیلات پروگرام کے مطابق دی جائیں گی۔ 2000 روپے کی کتب اور نقد انعامات اول انعام: 1500، دوم: 1200، سوم: 900۔

راہنہ: حافظ عمران عریف بن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالعزیز صاحب مدیر جامعہ محمدیہ 0300-4624497/0333-4566379

ابو ہریرہ شریعہ کالج میں داخلہ لیجئے..... چار سال میں سند قرات، درس نظامی اور گریجویشن

حضرات اس سچائی سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ملک میں یہ پہلا ادارہ ہے جس میں 1997ء سے درس نظامی کے ساتھ لازمی ایف۔ اے، بی۔ اے کروایا جا رہا ہے۔ ابو ہریرہ شریعہ کالج کے امتیازات: ① کمبائنڈ نصاب تعلیم کا بانی ② تفسیر فہم القرآن، دیگر کتب کا ناشر ③ تحریک دعوت توحید کا داعی

داخلہ 25 اپریل 15 مئی میرٹ: میٹرک، ایف۔ اے: میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں تاہم فیل ہونے کی صورت میں انہیں فارغ کر دیا جائے گا۔

نصاب شریعہ کالج سال اول: ترجمہ القرآن سورۃ الفاتحہ تا الاعراف، مشکوٰۃ المصابیح اول، علم النحو، علم الصرف، البواب الصرف، دروس اللغة العربیہ (دو حصے)، تجوید القرآن، تفسیر التجوید، حفظ تیسواں پارہ (آخری نصف) فرسٹ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال دوم: ترجمہ القرآن سورۃ الاعراف تا سورۃ النمل، مشکوٰۃ المصابیح ثانی، نجومیر، شرح مائتہ عامل، کتاب الصرف، الطیب الخ، معلم الانشاء (دو حصے)۔ تجوید القرآن، القول السدید فی علوم التجوید، حفظ تیسواں پارہ (نصف اول) سورۃ السجدۃ، الجمعۃ، المنافقون، سیکنڈ ایئر نصاب بمطابق انٹرمیڈیٹ بورڈ لاہور۔

سال سوم: ترجمہ القرآن سورۃ النمل تا سورۃ الناس، مسلم شریف، ترمذی شریف، ہدایہ النحو، علم الصیغہ، السراجی، شرح منہجہ الفکر، تجوید القرآن: تیسیر التجوید، حفظ 29 پارہ (آخری نصف) سورۃ الحشر، تھرد ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی۔

سال چہارم: بخاری شریف، ہدایہ، الوجیز، شرح ابن عقیل، الفوز الکبیر، تجوید القرآن، حفظ 29 پارہ (نصف اول) فورٹھ ایئر نصاب بمطابق پنجاب یونیورسٹی

الداعی: میاں محمد عیسیٰ، کنویر تحریک دعوت توحید پاکستان ہیڈ آفس: جامعہ ابو ہریرہ کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور: 0333-4566379, 42-54-17233

12 مارچ 2009ء..... (358)..... 08 ربیع الاول 1430ھ

13 مارچ 2009ء..... (395)..... 15 ربیع الاول 1430ھ

قرآن کیا ہے؟

⑤

اے شہیدِ رعنائے فکر با تو گویم از جلی ہائے فکر
اے معشوقِ فکر کے عاشق و دلدادہ آ کہ میں تجھے صحیح تجلیات دکھاؤں

چست قرآن؟ خواجہ را پیغامِ مرگ دستگیرِ بندہ بے ساز و برگ
قرآن کیا ہے؟ سرمایہ دار کے لیے پیغامِ موت اور وہ بے سروسامان لوگوں کا مددگار ہے

بچِ خیر از مردکِ زر کشِ مجو لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا
تو سونا موڑنے والوں سے کسی بھلائی کی توقع نہ رکھ اور بھلائی کو کوئی شخص پائی نہیں سکتا جب تک دولت خرچ نہ کرے

از ربا آخرچہ می زابد؟ فتن کس نداند لذتِ قرضِ حسن
سود کے پیٹ سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ فتنہ و فساد اور قرضِ حسنہ کے فوائد کو کوئی جانتا ہی نہیں

از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ آدمی درندہ بے دندان و چنگ
سود سے روح تاریک اور دل پتھر ہو جاتا ہے اور آدمی دانتوں اور پنجوں بغیر ہی درندہ بن جاتا ہے

رزقِ خود را از زمیں بُردنِ رواست ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست
زمین سے تو بس اپنی روزی حاصل کرنا ہی کافی ہے یہ بندے کے لیے عارضی فائدہ ہے اور خدا کی ملکیت

بندہٴ مومن ایں حق مالک است غیر حق ہر شے کہ بنی ہالک است
بندہٴ مومن تو صرف امانت دار ہے اور مالکِ خدا اور خدا کے علاوہ تمام چیزیں فانی ہیں